عبادات توقیفی ہیں

عبادات میں بنیادی بات یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے نص کے ذریعے ثابت ہوتی ہیں اور یہ ایسی بنیاد ہے جس پر تمام علماء کا اتفاق ہے، ہم نہیں سمجھتے کہ کوئی مسلمان عالم اس بارے میں اختلاف کرتا ہو، اگر یہ اصول نہ ہو، تو پھر کسی بھی مسلمان کے لئے جائز ہوتا کہ وہ سنتوں کی رکعتوں کی تعداد بلکہ فرائض میں بھی کہ جن کی تعداد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل اور ان پر استمرار سے ثابت ہے، میں اضافہ کرلیتا اور وہ یہ اس خیال سے کرتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں اضافہ کرنے سے نہیں روکا! اور اس (خیال) کا باطل ہونا بالکل واضح ہے۔ [صلاۃ التراویح: از علامہ البانی رحمہ اللہ علیہ، ص ۲۹]

نومبر- دسمبر ۲۰۱۳ء / محرم- صفر ۱۴۳۵ھ

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

نومبر-دسمبر ۲۰۱۳ء / محرم-صفر ۱۴۳۵ھ

بدل اشتراک......فی شمارہ: 15 روپے • سالانہ: 150 روپے • ڈیزائن کمپوزنگ : رضی الرحمن محمدی

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو، ایل. بی. ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

Office Subai Jamiat Ahlehadees Mumbai
14-15,Chunawala Compound, Opp.BEST Bus Depot,L.B.S. Marg,Kurla(w)Mumbai-70

email:ahlehadeesmumbai@hotmail.com فون:022-26520077 فیکس:022-26520066

نگارشات

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے۔

حلقۂ قرآن

حقیقی زیاں کار کون؟

• سعید احمد بستوی

وَالْعَصْرِ ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾ (سورہ عصر)

ترجمہ: زمانے کی قسم، بیشک (بالیقین) انسان سرتاسر نقصان میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان ‌ئے اور نیک عمل کیے اور (جنہوں نے) آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی۔

سورۃ العصر غور وفکر کرنے والوں کے لئے عبرت وموعظت کا ایک بحر ذخار اور قدر دانوں کے لئے گوہر آب دار ہے، اللہ پاک نے اس سورہ شریفہ میں زمانہ کی قسم کھا کر یہ بتلایا ہے کہ اے انسان یہ زمانہ انقلاب پذیر ہے زمانہ کی گاڑی نہایت ہی تیز رفتاری کے ساتھ دوڑتی چلی جارہی ہے، عقلمند انسان کا فرض ہے کہ وہ وقت کی قدر کرے، اسکو بے کار ضائع نہ کرے اے فرصت بے خبر انسان جو تجھے کرنا ہے جلد کرلے وقت گذرا چلا جارہا ہے یہ دولت ہاتھ سے نکل جانے پر صرف پشیمانی باقی رہ جائے گی، اور پھر کبھی یہ نعمت ہاتھ نہیں آسکے گی، گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں، اسی لئے جس قدر بھی اس حقیقت کو سمجھ لینے والے انسان صفحات تاریخ پر چلتے رہے انہوں نے اپنی زندگی میں ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ آج بھی ان کے نام روز روشن کی طرح زندہ تابندہ ہیں مگر ایسے فہم والے لوگ بہت کم ہوتے ہیں، زیادہ تو ایسے ہی ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

(اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ) بلا شبہ انسان سراسر نقصان میں رہے گا۔

جن لوگوں نے گزرتے لمحوں کی قدر نہ کی، زمانہ کی رفتار کو نہ پہچانا، لہو ولعب کھیل کود میں وقت گذار دیا، یہ نہ سمجھا کہ زندگی اور جوانی، تندرستی اور دولت یہ سب آنی جانی چیزیں ہیں نہ معلوم کب رفوچکر ہوجائیں، انجام کار غفلت ہی غفلت میں وقت کی چکی نے اس کو پیس ڈالا اور سوائے خسران، گھاٹے اور ٹوٹے کے وہ دنیا سے کچھ ساتھ نہ لے گئے۔

دنیا میں کتنے باجبروت بادشاہ ہوئے کتنے حسین وجمیل خوبرو انسانوں نے جنم لیا کیسے طاقتور بندے آئے کیسی کیسی سطوت قومیں ابھریں اور اپنا کروفر، جاہ وجلال، شان وشوکت دکھلایا مگر حالات کی گردش سے کوئی نہ بچ سکا آج ان کا نام ونشان تک نہیں۔ آج وہ سب ایک قصۂ پارینہ بن کر رہ گئے۔

اسی لئے انسانیت کے رہبر اعظم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! زندگی کو موت کے آنے سے پہلے غنیمت جانو اور جوانی کو

بڑھاپے کے آنے سے پہلے اور تندرستی کو بیماری سے پہلے اور مالداری کو فقیری آنے سے پہلے اور فرصت کو مشغولیت سے پہلے غنیمت جانو۔

اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں زمانہ کی بے ثباتی اور بے وفائی کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے نوع انسان کو بیدار کیا اور بتلایا کہ تیری زندگی سراسر خسران و ناکامی کی زندگی ہے۔ خسارہ کیوں؟ ظاہر ہے دنیا بھی ایک بازار ہے آپ بازار میں جا کر اپنی جیب کی پونجی بھی برباد کر آئیں اور کچھ نفع نہ کما کر لائیں تو یہ خسارہ ہی ہوگا بعینہ اسی طرح انسان دنیا کے بازار میں آتا ہے، خطاؤں سے دور ہوتا ہے، معاصی کا کوئی بار اس کے سر پر نہیں ہوتا ہے اب اگر وہ اس جہاں فانی کو الوداع کہتے وقت گناہوں کا بار عظیم سر پر لے کر جائے تو اس سے بڑھ کر اور کیا خسارہ ہوسکتا ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ جاتے وقت وہ بالکل نیک پاک وصاف ہوتا نیکیوں کا خزانہ اپنے ساتھ لے کر جاتا مگر عموماً معاملہ برعکس ہے۔

شیخ سعدی لکھتے ہیں:

خیرے کن اے فلاں وغنیمت شمار عمر

زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

اے انسان نیک کام جو کر سکتا ہے کر لے اور عمر کو غنیمت جان اس سے پہلے کہ لوگ یہ کہیں کہ آج فلاں دنیا سے چلا گیا۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایسی غفلت بے حسی وکوتاہی کی زندگی کو خسارہ سے تعبیر فرمایا۔ اور ارشاد ہوا کہ انسان اپنی اکثریت کے اعتبار سے سراسر خسارے ہی خسارے میں ہے۔ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وہ لوگ اس خسارہ سے بچ گئے جنہوں نے دولت ایمان کو اپنا سرمایہ سمجھا اور حاصل کیا اور اعمال صالحہ کے ساتھ زندگی گزاری اور حق وصداقت پر آخر دم تک ثبات واستقلال کے ساتھ قائم رہے اور دوسروں کو بھی اس کے لئے تلقین کرتے رہے اور اپنے ہم جنسوں کو صبر وشکر ثبات وعزیمت کی وصیت فرماتے رہے، یہی وہ خوش قسمت انسان ہیں جن کی زندگی کو بامراد و کامیاب زندگی کہا جاسکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے کامیاب زندگی کے لئے چار خصوصیات کا تذکرہ فرمایا ہے ان چار چیزوں سے خالی زندگی کامیاب زندگی نہیں ہے۔ اگر ایمان وعمل صالح واستقلال وصبر وشکر کی زندگی نہیں تو پھر دنیا میں عیش وتنعم، ناز ونعمت، عالیشان بنگلوں میں رہائش حکومت واقتدار کی باگ دوڑ سنبھال لینے اپنے وقت کے فرعون، نمرود اور شداد وہامان بن جانے سے کامیاب و بامراد زندگی نہیں مل سکتی۔

دنیا میں کتنے جابر وظالم ہٹلر واسٹالن وسولینی گذر گئے کتنے فراعنہ ونمارد نے جنم لیا لیکن دنیا کا کوئی انسان ان کی زندگی کو کامیاب و بامراد زندگی نہیں کہہ سکتا ہے۔

بجز اس کے کہ ان کے جبر وجور ظلم وستم سفاکی وبربریت کے افسانے زبان زد خاص وعام باقی رہ گئے ہیں، بامراد زندگی حاصل کرنے کے لئے ان چار چیزوں کی ضرورت ہے۔

اگر آپ کو یہ حاصل ہیں تو آپ خواہ ننگے، بھوکے، دنیا میں اجنبی رہے کوئی جانتا پہچانتا بھی نہیں مگر عند اللہ آپ کی زندگی ایک کامیاب وکامران بامراد زندگی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو یہ مقدس زندگی گذارنے کی توفیق بخشے آمین

شرکیہ جھاڑ پھونک حرام ہے

● سعید احمد بستوی

"إن الرقی والتمائم والتولة شرك"

[أبوداود، کتاب الطب]

یعنی جھاڑ پھونک تعویذ اور محبت کا منتر شرک ہے، آج کل اہل اسلام میں یہ رواج چل پڑا ہے کہ لوگ رمال، جفار، کاہن، ساحر، نجومی باباؤں کے پیچھے چل پڑے ہیں اور یہ بزعم خویش عامل، کامل، حاضرات اپنے ناموں کی تختیاں، پوسٹر، ٹرینوں میں، دیواروں پر، عوامی جگہوں میں بطور اشتہار لگواتے ہیں اور سو فیصد علاج کی ضمانت بھی دیتے ہیں عوام ان کے دام تزویر کے شکار اور ان باباؤں کے فریب میں مبتلا ویرغمال ہیں یہ رہزن دین وایمان ہیں جو سادہ لوح عوام کو علاج کے نام پر لوٹتے ہیں اور ان کی دولت کو دونوں ہاتھوں بٹورتے ہیں ان میں بہت سے وہ لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم قرآن کریم کے ذریعہ علاج کرتے ہیں مگر اکثر وبیشتر کا مشاہدہ ہے کہ وہ بھی شعبدہ بازی اور شرکیہ امور سے علاج کے دوران اجتناب نہیں کرتے نیز بے پردگی، بے حیائی، علاج کے نام پر خواتین کا استحصال کرتے ہیں روزانہ اخبار اور نشریہ میں ایسے ڈھونگی باباؤں کے خلاف بیان آتا ہے کتنے ایسے ہیں جو کسی کی عزت کے ساتھ کھیل گئے کسی کی جائداد لکھوالی کسی کا مال غصب کرلیا کسی کی بیوی دبالی، کسی کی بیٹی کو بے آبرو کردی یہ توان باباؤں کے دائیں بائیں ہاتھ کا کھیل ہے اور اس پر مستزاد ڈھٹائی وبے حیائی ان کا شیوہ بن چکا ہے۔

اس لئے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ان الرقی والتمائم والتولة شرك رقیہ، منتر کو کہتے ہیں، اور تمیمہ وہ تعویذ وگنڈا ہے جو بچے کے گلے میں لٹکا دیا جاتا ہے، یا وہ خرزات ہیں جو نظر بد دور کرنے کے واسطے عرب بچے پر لٹکاتے ہیں تولہ وہ عمل ہے جس سے مرد وعورت کو چاہنے لگے یا دھاگے پر کچھ پڑھ کے باندھنا یہ سب چیزیں شریعت کی روشنی میں باطل ہیں ان کو شرک اس لئے قرار دیا کہ جس طرح جاہلیت میں یہ چیزیں جانی پہچانی جاتی تھیں ان میں شرک ہوا کرتا تھا یا ان چیزوں کا عقیدہ رکھنا تاثیر کے ارادہ سے لینا اور عمل میں لانا شرک تک پہنچا دیتا ہے اور بعض واقعات ایسے بھی ملتے ہیں کہ بذریعۂ جادو آدمی کا دماغ مختل کردیا جاتا ہے جو چاہا سو کروالیا اور اس سے نقد وجنس کی بات طے ہوتی ہے اور باقاعدہ روپیوں کے لین دین کی مدت مقرر کی جاتی ہے اور اکثر انسان محتاجگی کا شکار ہوجاتا ہے اور جو کچھ پونجی اس کے پاس ہوتی ہے وہ بھی باباؤں کی نذر ہوجاتی ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "من تعلق شيئا وكل اليه (سنن ترمذی کتاب الطب) جس نے کوئی چیز لٹکائی حصول نفع ودفع ضرر کے اعتقاد کے ساتھ وہ اسی چیز کے سپرد کردیا گیا، موجودہ زمانے میں بہت نوجوان لڑکے لڑکیاں اپنے ہاتھوں اور پیروں میں لال پیلے نیلے رنگ برنگ کے دھاگے باندھے رہتے ہیں اگر انہیں روکا جائے تو لڑنے مرنے کو تیار ہوجاتے ہیں یہ ان

کی جہالت اور وہم ہے جو دور نہیں ہوتا چونکہ ان کے پاس توحید نہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون" ان میں اکثر ایسے ہیں جو دعوی ایمان کا رکھتے ہیں حالانکہ وہ مشرک ہیں اپنے اعمال کردار اور شرکیہ باتوں سے اس کا اظہار کرتے ہیں، حدیث میں آتا لاعدوی ولا طیرۃ ولا ھامۃ ولا صفر (بخاری کتاب الطب) نہ کسی کی بیماری کسی کو لگتی ہے اور نہ بدفالی کچھ اثر کرتی ہے اور نہ ہامہ وصفر کی کچھ اصلیت ہے۔

جاہلیت کا یہ اعتقاد تھا کہ جو شخص مارا گیا اور کسی نے اس کا بدلہ نہ لیا تو اس کی کھوپڑی میں ایک الو نکل کر فریاد کیا کرتا ہے اور صفر کے مہینے کو منحوس کہتے ہیں۔

شریعت اسلام نے ان سب امور کو باطل ٹھہرایا ہے۔

اسی طرح ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غول (بھوت پریت) کی نفی فرمائی ہے، عرب کا یہ اعتقاد تھا کہ راہ میں کوئی جن یا شیطان صورت بدل کر آتا ہے اور راہ سے بے راہ کر دیتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو باطل قرار دیا ہے اور حدیث قبیصہ میں نبی نے فرمایا ہے۔" العیافۃ والطرق والطیرۃ من الجبت" (ابوداؤد، کتاب الکہانۃ) یعنی یہ چیزیں جادو ہیں، عیافت یہ ہے کہ پرندہ کو اڑا کر اس کے نام یا جانب پرواز یا آواز سے بدشگونی کریں۔ طرق سے مراد عورتوں کا کنکری پھینکنا ہے یا ریت پر لکیر کھینچنا ہے۔ اسی طرح طیرۃ، فال بد لینے کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرک فرمایا ہے حدیث عائشہ میں کاہنوں کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: انھم لیسوا بشئی (بخاری، کتاب الطب، صحیح مسلم) یعنی یہ لوگ کچھ نہیں ہیں، کسی جنی سے ایک بات سن کر اپنی طرف سے سو جھوٹ ملا کر کہہ دیتے ہیں، حفصہ سے روایت ہے۔ من اتی عرافا فسألہ عن شئی لم تقبل لہ صلوۃ اربعین لیلۃ (بخاری) جس نے کسی عراف کے پاس آکر کچھ پوچھا تو اسکی چالیس رات کی نماز قبول نہیں ہوگی۔ عراف وہ ہے جو چور کا نام یا گمشدہ چیز کی جگہ بتائے اس میں غیب دانی کا ایک شائبہ نکلتا ہے اور کسی شخص کی نسبت غیب کا اعتقاد شرک ہے۔

حدیث زید بن خالد جہنی میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مطرنا بنوء کذا" (متفق علیہ) کے کہنے والے کو کافر ٹھہرایا ہے۔ یعنی جو پانی کا برسنا کسی نچھتر کے اثر سے بتاتا ہے (وہ کافر ہے) مومن نہیں رہ جاتا۔ اور حدیث ابن عباس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم نجوم کو جادو کا ایک شعبہ ٹھہرایا ہے۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الکہانہ، مسند احمد بن حنبل، سنن ابن ماجہ کتاب الادب) اور حدیث ابوہریرہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی کاہن کے پاس آیا پھر اس کی تصدیق کی وہ اس چیز سے بری (الگ تھلگ) ہوا جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتری ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، سنن ابی داؤد، کتاب الکہانہ)

موجودہ زمانے میں یہ بات عام سی ہوگئی ہے اور لوگ اسے کوئی گناہ خیال نہیں کرتے، نہ ان کو اس کا احساس ہوتا ہے کہ ہم کیا کر رہے ہیں شیطان نے ان کے شرکیہ اعمال کو مزین کر دیا ہے وہ اپنی جہالت کو عین آگہی سمجھتے ہیں اور جاہل قسم کے عراف، کاہن، نجومی، جادوگر، رمال، جفار، کے چکر لگاتے ہیں اور ان کی تکریم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے۔ یہ سب ان کی سحر آفرینی، کرتب، شعبدہ بازی ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جملہ برادران اسلام، خواتین اسلام، نوجوانوں، بوڑھوں کو اس شرکیہ اعتقاد واعمال سے محفوظ فرمائے۔ اور اپنے حفظ وامان میں رکھے، آمین

اداریہ

اس کی تقدیر میں محکومی مظلومی ہے

● سعید احمد بستوی

ہندوستانی جمہوریت اپنی ۶۷/ رویں منزل میں داخل ہوچکی ہے جمہوریت کی راہ ہمارے ضمیر، مزاج اور روایات سے پوری طرح ہم آہنگ ہے، اگر جمہوریت کا راستہ اختیار نہ کیا گیا ہوتا تو اس وسیع وعریض ملک کو جو مختلف مذاہب، مختلف تہذیبوں اور زبانوں کا سنگم ہے، متحد رکھنا مشکل ہوجاتا، یہ جمہوریت ہی ہے جس نے اس ملک کو ایک دھاگے میں پروئے رکھا ہے، یہ جمہوریت ہی ہے جس نے بلاتفریق مذہب وملت اور رنگ ونسل سب کو مساوی حقوق دیئے ہیں اور ترقی کے مساوی مواقع مہیا کئے ہیں جمہوریت اس ملک کے عوام کے لئے بیش بہا نعمت ہے جس کی ہمیں ہر حال میں قدر کرنی چاہئے اس کے ساتھ ساتھ اس کی بقاوتحفظ اور اسے زیادہ سے زیادہ مستحکم بنانے کے لئے کوشاں وفعال رہنا چاہئے کیونکہ بعض فسطائی عناصر کی نظر میں جمہوریت بری طرح کھٹک رہی ہے اور وہ ملک کو کمزور کرنے کی سازشوں میں ملوث ہیں۔ جن کے اشارے پر ملک کے مفاد پرست عناصر تنگ نظری، تعصب، فرقہ پرستی، علاقائیت اور منافرت کا بازار گرم کرکے ملک کی خوشگوار فضا کو مسموم کرنا چاہتے ہیں ملک کو جمہوریت کے راستے سے ہٹا کر انتشار وتخریب کے راستے پر لے جانے کی ہر ممکن کوشش کررہے ہیں، ہمیں ان طاقتوں اور ان عناصر کا منہ توڑ جواب دینا ہے۔

اور ان کی ناپاک سازشوں کو ہر قیمت پر ناکام بنانا ہے ایک ایسے ملک میں جہاں جمہوری نظام قائم ہوئے ۶۷/ سال گذر چکے ہوں ایسے میں جمہوریت کے خلاف آواز اٹھانا اور اس کے لئے راہیں ہموار کرنا ماحول کو مسموم زدہ کرنا، اور غیر جمہوری طریقہ کار اپنانا ہر اعتبار سے قابل مذمت ہے، ملک ہندوستان کے ہر شہری کو ان کے مقابلے میں سختی سے پیش آنا ہوگا کیونکہ یہ نہ صرف جمہوریت بلکہ اس ملک کی بقا کے لئے ضروری ہے ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اگر اس ملک میں جمہوریت باقی نہ رہی تو ہماری بقا، ہماری آزادی، ہمارا اتحاد ویگانگت سب کچھ خطرے میں پڑ جائے گا۔

عوام کو مساوات کی بنیاد پر آگے بڑھنا عبادت گاہوں اور تعلیم گاہوں، جان ومال عزت وآبرو کے تحفظ کی ضمانت فراہم کرنا اس تصور کے بغیر جمہوریت ادھوری رہ جاتی ہے اگر مذہب،

ذات و پات کی بات آجائے اور تمام مذاہب کا یکساں احترام نہ ہو، تو ایسا جمہوری نظام کس کام کا؟ ایسی جمہوریت بلاشبہ لولی لنگڑی جمہوریت کہلائے گی۔

دوسرا پہلو لیجئے، یعنی ہمیں حق رائے دہی کے ذریعہ اپنے نمائندے منتخب کرنے کا حق تو ہو لیکن ملک میں چند خاندانوں کی اجارہ داری اور سرمایہ داری کو فروغ پانے کے پورے موقع اور سہولتیں حاصل ہوں نیز عوام کے تمام طبقوں کو مساوات کی بنیاد پر آگے بڑھنے اور ترقی کی ایک مساوی سطح پر آنے کا موقع دیئے جانے کا کوئی آئینی بندوبست نہ ہو تو ایسی جمہوریت کو ہم کیا کہیں گے؟ ایسی جمہوریت سرمایہ دارانہ جمہوریت ہوگی، جسے ہم حقیقی جمہوریت سے تعبیر نہیں کر سکتے، ملک کے مدبر رہنماؤں نے ہمیں جمہوریت کا جو راستہ دکھایا وہ لولی لنگڑی جمہوریت یا سرمایہ دارانہ جمہوریت کا نہیں تھا بلکہ حقیقی اور مکمل جمہوریت کا تھا لیکن فسطائی عناصر اس جمہوریت کو ناکام بنانے پر کمربستہ نظر آنے لگے۔

جیسا کہ شہر مظفرنگر کی گنگا جمنی تہذیب کو میلا و گندہ کر دیا گیا۔ یکجہتی و رواداری کی دھجیاں بکھیری گئیں ہنستے کھیلتے شہر کو اجاڑ دیا گیا اور مکینوں کو گھروں سے نکال کر ان کے آشیانوں کو نذر آتش کر دیا گیا انہوں نے انسانوں کی شکل میں خونخوار درندوں کو دیکھا ہے جس سے وحشت اور بڑھ جاتی ہے یہاں تک کہ وہ اپنے گھروں کو جانے کو تیار نہیں کب کوئی ہنگامہ ہو اور بلوائی آئیں، دوبارہ اس وحشت و دہشت کا سامنا کرنا پڑے وہ گاؤں جہاں سے ان کی دلی محبتیں وابستہ تھیں ان کی صبح و شام گذری، ان کا اپنے پاس پڑوس اور لوگ ایک دوسرے سے بھائیوں کی طرح محبت کرتے تھے، ایک دوسرے کی شادی، غمی، بیاہ و بارات تہوار میں شرکت کرتے تھے ان کے پیار میں دراڑ، محبت میں نفرت کا ایسا بیج بو دیا کہ لوگ ایک دوسرے کے دشمن اور خون کے پیاسے ہو گئے اپنے ہی گھروں میں اجنبی ہو گئے اور گھر چھوڑنے پر مجبور، لٹے پٹے کارواں کی کوئی منزل نہیں ہوتی نہ کوئی جاہ، نہ ہی کوئی غمخوار و غم گسار، مرکزی و صوبائی سطح پر مگر مچھ کے آنسو بہا لئے گئے کچھ وعدے کئے گئے مگر وہ بھی آدھے ادھورے اور حکومت تماشائی بنی دیکھتی رہی آج اس دور میں انسانوں کا خون خصوصاً مسلم قوم کا اتنا ارزاں ہو گیا، اس پر مرہم رکھنے کے بجائے نمک پاشی کی جاتی ہے اور سیاست کی بساط چمکانے کی ناروا کوشش کی جاتی ہے، حقائق کو تلاش کرنے کے بجائے ایک دوسرے پر پارٹی سطح پر الزام در الزام کا دور چلتا ہے نہ ان کو زخمیوں کے ساتھ ہمدردی ہے نہ ہی مقتولوں پر افسوس، صرف اور صرف ووٹ بینک کی سیاست ہوتی ہے۔

یاد رکھو! کوئی بھی ملک جب تک جمہوری طور پر تمام لوگوں کو اکٹھا کر کے بڑھنے کی کوشش نہ کرے تب تک وہ ملک ترقی نہیں کر سکتا، یہ کہ اس میں سے ایک فرقہ ترقی پسند ہو، ترقی کرے اور دوسرا بچھڑا رہے تو ملک بھی بچھڑا ہی رہے گا، ترقی یافتہ نہیں سمجھا جائے گا۔

رد بدعت

ماہِ صفر اور عقیدۂ نحوست

● عنایت اللہ سنابلی مدنی

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين، نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين وبعد:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ (٢٢) (الحدید:۲۲)۔

نہ کوئی مصیبت دنیا میں آتی ہے نہ (خاص) تمہاری جانوں میں، مگر اس سے پہلے کہ ہم اس کو پیدا کریں، وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوئی ہے، یہ (کام) اللہ تعالیٰ پر (بالکل) آسان ہے۔

وقت اور زمانہ اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے جس سے بنی نوع انسان کی بے شمار مصلحتیں وابستہ ہیں۔ وقت کوئی بھی ہو اگر ایک بندۂ مومن اسے اللہ کی اطاعت وبندگی اور نیکی کے کاموں میں گزارے تو وہ اس کے حق میں نیک، مفید اور بابرکت ہوگا اسی طرح اگر کوئی اسے گناہ ومعصیت اور بدعملی میں گزارے تو وہ اس کے لئے برا اور منحوس ہوگا۔ الغرض کوئی وقت یا زمانہ بذات خود اچھا یا برا نہیں ہوتا، بلکہ اس میں واقع ہونے والے اعمال وکردار پر اس کی برکت ونحوست کا دارومدار ہوتا ہے۔ گناہ ومعاصی ہی سب سے بڑی نحوست اور اطاعت ونیکی ہی سب سے بڑی برکت ہے۔

اسلامی سال کا دوسرا مہینہ ''صفر'' کے نام سے جانا جاتا ہے، بدقسمتی سے اس مہینہ میں بھی زمانہ جاہلیت کی بہت سی بدعتیں مسلمانوں میں در آئی ہیں۔ آیئے کتاب وسنت کی روشنی میں ان امور کا جائزہ لیں:

''صفر'' سے متعلق بعض احادیث:

١- عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: إن رسول الله ﷺ قال: "لا عدوى ولا صفر ولا هامة" فقال أعرابي: يا رسول الله ﷺ فما بال إبلي تكون في الرمل كأنها الظباء، فيأتي البعير الأجرب فيدخل بينها يجربها؟ فقال: "فمن أعدى الأول"۔

ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چھوت چھات کوئی چیز نہیں، صفر کچھ بھی نہیں، الو کی نحوست کا کوئی تصور نہیں۔ ایک اعرابی نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! پھر آخر کیا وجہ ہے کہ ہمارے اونٹ صحراؤں میں

ہرنوں کی مانند ہوا کرتے ہیں، بعد میں ایک خارش زدہ اونٹ ان کے درمیان داخل ہوتا ہے اور ان سبھوں کو خارش زدہ بنا دیتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ایسی بات ہے تو پہلا اونٹ خارش میں کیسے مبتلا ہوا؟۔(متفق علیہ)۔

اور مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''خلق اللہ کل نفس فکتب حیاتھا ورزقھا ومصائبھا''(دیکھئے: الصحیحہ / ۱۱۵۲)۔

اللہ نے ہر نفس کو پیدا کیا ہے اور اسی کے ساتھ اس کی زندگی، روزی اور مصیبتوں کو بھی لکھ دیا ہے۔

۲- ابو ہریرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

''لا عدوی ولا طیرۃ ولا ھامۃ ولا صفر''۔

چھوت چھات کوئی چیز نہیں، بدشگونی کوئی چیز نہیں، الو کی نحوست کا کوئی تصور نہیں، صفر کچھ بھی نہیں۔(متفق علیہ)۔

۳- سنن ابوداود کی ایک روایت میں ہے:''سئل مالک عن قولہ:''ولا صفر'' قال: إن أہل الجاہلیۃ کانوا یحلون صفر، یحلونہ عاماً ویحرمونہ عاماً، فقال النبي ''لا صفر'' (ابو داود ۴/ ۲۳۳/ ۳۹۱۴ صححہ الالبانی)۔

امام مالک سے ''لا صفر'' کا معنیٰ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: زمانۂ جاہلیت میں لوگ ماہ صفر کو حلال کرلیتے تھے، ایک سال اسے حلال کرتے تھے اور ایک سال حرام، تو آپ نے فرمایا: صفر کچھ بھی نہیں، یعنی صفر کے سلسلہ میں یہ طریقہ حرام ہے۔

۴- عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں:

''کانوا یرون أن العمرۃ في أشھر الحج من أفجر الفجور في الأرض، ویجعلون المحرم صفر، ویقولون: إذا برأ الدبر وعفا الأثر وانسلخ صفر، حلت العمرۃ لمن اعتمر''(متفق علیہ)

لوگوں کا عقیدہ تھا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا روئے زمین کا سب سے بدترین عمل ہے، اور ایسے ہی وہ محرم کو صفر بنالیا کرتے تھے، اور کہتے تھے: جب حج سے واپسی کے بعد اونٹوں کے جسموں کے گھٹے اور زخم مندمل ہوجائیں اور اس کے سارے نشانات مٹ جائیں اور ماہ صفر ختم ہوجائے تو عازمین عمرہ کے لئے عمرہ حلال ہوگا۔

۵- امام بخاری اپنی صحیح میں فرماتے ہیں:''باب صفر وھو داء یأخذ البطن''۔

صفر کا بیان، جو کہ پیٹ کا ایک مرض ہے۔

(بخاری مع الفتح ۱۰/ ۱۷۱)

مذکورہ احادیث میں وارد بعض الفاظ کی تشریح:

۱- ''لا عدوی'' چھوت چھات نہیں۔ علامہ ابن رجب فرماتے ہیں:''اس کا سب سے واضح مفہوم یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کا عقیدہ تھا کہ بعض بیماریاں اللہ کی تقدیر اور مشیت کے بغیر بذات خود متعدی ہوتی ہیں اور دوسروں میں سرایت کرتی ہیں۔ چنانچہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کے جواب میں اس مسئلہ کی دوٹوک وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

''فمن أعدى الأول'' یعنی اگر خارش از خود متعدی ہے تو پہلے اونٹ کو خارش کہاں سے لگی؟ مقصود یہ ہے کہ جس طرح پہلا اونٹ اللہ کی مشیت سے خارش میں مبتلا ہوا بعینہ اسی طرح دوسرے اونٹ بھی۔ (لطائف المعارف، ص ۶۸)۔

علامہ ابن قیم ﷺ فرماتے ہیں

:اس سے زمانۂ جاہلیت کے لوگوں کے عقیدہ کا ابطال مقصود ہے۔ (مفتاح دار السعادة، ۲/ ۲۳۴)۔

۲- ''لا طیرة'' بدشگونی نہیں، کہا جاتا ہے کہ ''طیرة'' ایک قسم کا جادو ہے جس کے ذریعہ عورت اپنے شوہر کے نزدیک محبوب ہونا چاہتی ہے۔ اور ''تطیر'' کے معنیٰ بدشگونی کے ہیں۔ یعنی کسی قول یا فعل یا کسی چیز کو دیکھ کر اپنے حق میں برا تصور کرنا۔ (شرح مسلم للنووی، ۱۴/ ۲۱۸)۔

۳- ''لا صفر'' صفر کچھ بھی نہیں، اس کے کئی معانی بتائے گئے ہیں:

۱- اس سے مراد ایک قسم کا سانپ ہے، اور اس حدیث سے اس عقیدہ کی نفی مقصود ہے کہ وہ جسے کاٹ لے وہ مر ہی جاتا ہے، چنانچہ اس کی نفی کی گئی کہ موت اللہ کی مشیت کے مطابق اپنے متعینہ وقت پر ہی آئے گی۔ (جابر راوی حدیث ''لا صفر'')۔

۲- یہ پیٹ کی ایک بیماری ہے، بتایا جاتا ہے کہ پیٹ میں سانپ نما بڑے بڑے کیڑے ہو جایا کرتے ہیں۔ یہ عربوں کے یہاں خارش سے بھی زیادہ متعدی مانا جاتا تھا، نبی کریم ﷺ نے اسے باطل قرار دیا۔ (یہ امام بخاری، احمد، طبری وغیرہ کی رائے ہے) (لطائف المعارف، ص ۴۷، فتح الباری ۱۰/ ۱۷۱)

۳- اس سے مراد ماہ صفر ہے: اور اس کا دو مفہوم ہے:

۱- اس سے زمانۂ جاہلیت کے عقیدۂ ''نسی'' کا ابطال مقصود ہے، لوگ محرم وصفر میں تقدیم وتاخیر کیا کرتے تھے، یعنی محرم کو حلال اور صفر کو حرام کرتے تھے، یہ امام مالک کی رائے ہے۔ (لطائف المعارف، ص ۴۷، فتح الباری ۱۰/ ۱۷۱)۔

۲- زمانۂ جاہلیت میں لوگ اس ماہ ''صفر'' کو منحوس سمجھتے تھے اور اس سے بدشگونی لیتے تھے، اور کہتے تھے کہ یہ مہینہ منحوس ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس عقیدہ کو باطل قرار دیا۔ (علامہ ابن رجب نے اسے راجح قرار دیا ہے) (لطائف المعارف، ص ۴۷)۔

علماء کے اختلاف کو مدنظر رکھتے ہوئے جو بھی مفہوم مراد لیا جائے بہر حال اللہ کے رسول ﷺ نے صفر سے متعلق تمام بے بنیاد عقائد کو باطل قرار دیا ہے۔

ماہِ صفر کی بدعات:

جو لوگ اس ماہ میں نحوست کا عقیدہ رکھتے ہیں، اس سلسلہ میں من مانی نظریات بھی رکھتے ہیں چنانچہ بعض جاہل اور سادہ لوح حضرات بعض عارفین (صوفیاء) سے نقل کرتے ہیں کہ ہر سال تین لاکھ بیس ہزار بلائیں نازل ہوتی ہیں اور یہ ساری بلائیں ماہ صفر کے آخری بدھ کو اترتی ہیں اور اس وجہ سے یہ دن پورے سال کا دشوار گزار اور مشکل ترین دن ہوتا ہے، چنانچہ جو شخص اس دن چار رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ، سورۂ کوثر سترہ مرتبہ، سورۂ اخلاص پندرہ مرتبہ اور معوذتین ایک مرتبہ پڑھے اور پھر سلام پھیرنے کے بعد درج ذیل دعا پڑھے،

تو اللہ تعالی اسے اپنے فضل و کرم سے اس دن اترنے والی تمام تر بلاؤں اور مصیبتوں سے محفوظ رکھے گا اور سال بھر کوئی مصیبت اس کے قریب بھی نہ پھٹکے گی۔ اور وہ دعا یہ ہے:

"اللهم يا شديد القوة، ويا شديد المحال، يا عزيز، يا من ذلت لعزتك جميع خلقك، اكفني من شر خلقك، يا محسن، يا مجمل، يا متفضل، يا منعم يا متكرم، يا من لا إله إنت، ارحمني برحمتك يا أرحم الراحمين، اللهم بسر الحسن وأخيه، وجده وأبيه وأمه وبنيه، اكفني شر هذا اليوم وماينزل فيه، يا كافي المهمات ويا دافع البليات، فسيكفيكهم الله وهو السميع العليم، وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين"۔

ترجمہ: بسم اللہ۔۔۔۔۔ اے اللہ، اے سخت طاقتور، اے پختہ تدبیر کرنے والے، اے غالب، اے اللہ جس کی عزت کے تابع تیری ساری مخلوق ہے، اے احسان کرنے والے، اے فضل واحسان اور نوازش و کرم کرنے والے، اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، اے ارحم الراحمین مجھ پر اپنی رحمت برسا، اے اللہ! حسن، ان کے بھائی، ان کے نانا (محمد)، ان کے والد (علی)، ان کی والدہ (فاطمہ) اور ان کے بیٹوں کے سِر (وسیلہ) سے مجھے اس دن کے شر اور اس میں نازل ہونے والی بلاؤں سے محفوظ رکھ، اے محاذوں میں کافی ہونے والے، اے مصیبتوں کے ٹالنے والے والے"، "عنقریب اللہ آپ کے لئے ان کے مقابلہ میں کافی ہوگا، وہ سننے اور جاننے والا ہے"۔

وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين۔ (دیکھئے: رسالہ روی الظمآن في فضائل الأشهر والأيام، ص ۴)۔

ملاحظات:

۱۔ ان مذکورہ خاص تفصیلات کے مطابق مصائب وبلیات کے نازل ہونے کا عقیدہ بے اصل ہے۔

۲۔ مذکورہ نماز بے اصل اور باطل ہے، بالخصوص مذکورہ تفصیلات کے ساتھ کوئی نماز شریعت میں ثابت نہیں۔ یہ محض شریعت اسلامیہ پر جھوٹ اور بہتان ہے۔

۳۔ نماز کے بعد جو دعا وضع کی گئی ہے اس میں اسماء و صفات الٰہی کے ساتھ شرک باللہ کا عقیدہ بھی موجود ہے، چنانچہ اس میں آل بیت رسول ﷺ کا وسیلہ لیا گیا ہے (اللهم بسر الحسن۔۔۔) جو کہ کھلا شرک ہے۔

۴۔ اس دعا میں جن لوگوں کا وسیلہ لیا گیا ہے وہ آل بیت رسول کے افراد ہیں، جنہیں شیعوں کے عقیدہ میں "پنج تن پاک" کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر ان سے اس دعا میں وسیلہ لیا گیا ہے۔

مصائب وبلیات میں شیعہ حضرات علی الاعلان اور فخریہ طور پر یہ شعر بھی پڑھتے ہیں اور دفع بلیات کا عقیدہ رکھتے ہیں:

لي خمسة أطفي بها حر الوباء الحاطمة
المصطفى والمرتضى وابناهما والفاطمة

میرے پاس پانچ ہستیاں ایسی ہیں جن کے ذریعہ میں تباہ کن وبا کی حرارت کو سرد کرتا ہوں: مصطفی، علی مرتضی، ان کے

دونوں بیٹے حسن وحسین اور فاطمہ۔

یہ بھی پنج تن پاک کا عقیدہ ہے ان سے مشکل کشائی میں وسیلہ لیا گیا ہے، جو کہ شرک ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ تمام باتیں اور ماہ صفر سے متعلق نحوست اور بلاؤں کے نزول کا عقیدہ حرام ہے، اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں، یہ ساری باتیں بلاشبہ بعض شیعوں اور صوفیوں کی وضع کردہ ہیں۔

اسی طرح یہ لوگ صفر کے آخری بدھ کو جب مغرب وعشاء کے درمیان اپنی مسجدوں میں مجلسیں منعقد کرتے ہیں تو ان کے حلقہ میں ایک شخص ہوتا ہے جو کاغذات پر انہیں انبیاء کرام پر سلام کی سات آیتیں لکھ کر دیتا ہے۔ سَلٰمٌ عَلٰى نُوۡحٍ فِى الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۷۹﴾ (الصافات:۷۹)۔

دونوں جہاں میں نوح پر سلامتی ہو۔

جسے یہ لوگ پانی میں دھو کر اسے پیتے ہیں، اور ان کے عقیدہ کے مطابق اس کی فضیلت کا سبب یہ ہے کہ اسے اس اہم وقت میں تحریر کیا گیا ہے۔ اور پھر اسے تمام گھروں میں بطور تحفہ تقسیم کرتے ہیں۔ (دیکھئے: البدع الحولیہ، ص ۱۲۷)۔

یہ تمام امور بھی بدعات کے قبیل سے ہیں شریعت میں ان کی کوئی دلیل نہیں، بلاشبہ انبیاء کرام پر سلامتی ہو لیکن دفع بلایا کے لئے انہیں پڑھنا، اسے مذکورہ مخصوص طریقہ سے لکھنا اور دھو کر اس کا پانی وغیرہ پینا بدعت وخرافات ہے۔

اسی طرح بعض ملکوں یا بعض شہروں میں کچھ لوگ بدشگونی لیتے ہوئے ماہ صفر کے آخری بدھ کو مریض کی عیادت سے بھی احتراز کرتے ہیں، جب کہ بدشگونی شرک ہے جو کہ حرام ہے۔ (اصلاح المساجد، ص ۱۱۶)۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "الطيرة شرك، الطيرة شرك" (مسلم)۔ بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے۔

آج بھی ہمارے مسلمان بھائی ماہ "صفر" کو منحوس سمجھتے ہیں اور اس میں طرح طرح کے باطل عقائد رکھتے ہیں، چنانچہ نہ اس ماہ میں سفر کرتے ہیں، نہ ہی کسی خوشی وفرحت کی مناسبت کا انعقاد کرتے ہیں، جیسے شادی بیاہ وغیرہ، اور جب مہینہ کا آخری بدھ آتا ہے تو خوب عظیم الشان مجلس منعقد کرتے ہیں، اور شہر ودیہات میں انواع واقسام کے مختلف کھانے اور حلویات وغیرہ پکواتے ہیں اور امراض سے شفایابی کے لئے ہری گھاس پر چلتے ہیں۔ (تحذیر المسلمین عن الابتداع والبدع فی الدین، احمد بن حجر آل بوطامی، ص ۲۸۱)۔

یہ تمام چیزیں بدعات وخرافات ہیں، شریعت اسلامیہ میں ان کی کوئی دلیل نہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو کتاب وسنت کے اصولوں کی روشنی میں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور اس کی چھاؤں میں جینے کی توفیق بخشے، آمین۔

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه۔

تربیت وتزکیہ

تربیت کے باب میں بعض غلطیاں

● مقصود الحسن فیضی

پہلی غلطی:

پہلی چیز یہ ہے کہ جانب محبت جانب تربیت پر غالب نہ آئے ،مثال کے طور پر بچے کا صبح امتحان ہے رات کو دیر تک پڑھتا رہا دس (۱۰) بج گئے، گیارہ بج گئے ایک بج گئے پھر بچہ سو گیا اب ماں باپ کہیں گے ابھی تو سویا ہے فجر کے لئے کیا اُٹھائیں، کیسے اُٹھائیں، چلو کوئی بات نہیں ہے ابھی جب امتحان دینے کے لئے اُٹھے گا، تو نماز پڑھ لے گا، یہاں پر محبت غالب آئی جب کہ ایسا نہیں ہونا چاہئے بلکہ جانب تربیت کو غالب رکھنا چاہئے اور جانب محبت کو پیچھے کر دینا چاہئے ،آپ حضرات نے نبی کریم ﷺ کی وہ حدیث سنی ہوگی کہ ایک بار آپ صدقہ کے کھجور تقسیم کر رہے تھے اس درمیان حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھاگے بھاگے آئے ، آپ ﷺ ادھر اُدھر مصروف تھے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے صدقہ کا ایک کھجور اُٹھا کر اپنے منھ میں ڈال لیا،آپ نے جب ان کی طرف توجہ فرمائی تو دیکھا کہ وہ اپنے منہ میں کوئی چیز چبا رہے ہیں ،آپ ﷺ نے فوراً ان کے منھ میں انگلی ڈال کر کھجور نکالی اور پھینک دیا، پھر فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں ،صدقہ ہمارے اوپر حرام ہے؟ (صحیح بخاری، ۱۴۸۵ ر صحیح مسلم، ۱۰۶۹ بروایت ابوہریرہ رمسند احمد، ۲/۴۰۶) ذرا سوچیں کہ بچے کے منھ سے کسی چیز کو نکال کر پھینکنا کتنی بھاری چیز ہے لیکن رسول ﷺ جانب محبت کو جانب تربیت پر غالب نہیں ہونے دیا۔

سچ فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے :اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (التغابن : ۱۵) تمہارا مال تمہاری اولاد تو تمہارے لئے سراسر آزمائش کا ذریعہ ہیں اور بہت بڑا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے یعنی تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی طرف سے تمہاری آزمائش کا ذریعہ ہیں، اس کے ذریعہ اللہ تبارک وتعالیٰ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ مال و اولاد کی محبت کے مقابلہ میں کون ہے جو میری اطاعت کو ترجیح دیتا ہے اور کون ہے جو مال واولاد کی محبت میں پڑ کر میری معصیت کرتا ہے۔ لہٰذا جو مال واولاد کی جانب محبت کو ترجیح دیگا اسے تو قیامت کے دن خسارے کا منھ دیکھنا پڑے گا اور جو جانب الٰہی و جانب تربیت کو ترجیح دے گا وہ اجر عظیم کا مستحق ٹھہرے گا۔

دوسری غلطی

بچوں کے درمیان عدل ومساوات کو ملحوظ نہ رکھنا

دوسری غلطی بچوں کے درمیان عدل ومساوات کو ملحوظ نہ رکھنا ہے۔ یہ غلطی بہت عام ہے اور کثرت سے لوگ اس میں مبتلا ہیں، کوئی ایک بیٹے کو دوسرے بیٹے کی محبت، معاملہ اور لین دین میں ترجیح دیتا ہے، کوئی نرینہ اولاد کو زنانہ اولاد پر ترجیح دیتا ہے اس

طرح مشترکہ خاندانی نظام کی صورت میں ایک لڑکے کے بیوی بچوں کو دوسرے لڑکے کی بیوی و بچوں پر ترجیح دیتا ہے اور کوئی وصیت و میراث میں بچوں کے درمیان عدل سے کام نہیں لیتا۔

حضرات! ہر باپ کو عہد نبوی کے اس واقعہ کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ کے مطالبہ پر میرے والد نے مجھے ایک باغ بطور ہبہ دے دیا، لیکن میری والدہ نے کہا کہ میں اسے اس وقت تک نہیں تسلیم کرتی جب تک کہ اللہ کے رسول ﷺ اس پر گواہ نہ بن جائیں، چنانچہ میرے والد مجھے لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا: اے اللہ کے رسول! (ﷺ) میں نے اپنے اس بیٹے کو اپنی جائداد سے فلاں باغ ہبہ کر دیا ہے اور اس کی والدہ کی خواہش ہے کہ آپ اس پر گواہ بن جائیں؟ رسول ﷺ نے پوچھا! کیا تم نے اپنے تمام بیٹوں کو اسی طرح کا باغ عطا کیا ہے؟ میرے والد نے جواب دیا: نہیں، آپ نے فرمایا: کسی اور کو اس پر گواہ بناؤ، یہ ظلم ہے اور میں ظلم کے کام پر گواہ نہیں بنتا، لوگو! اللہ سے ڈرو اور اپنے بچوں کے درمیان عدل سے کام لو۔ (صحیح البخاری: ۲۵۸۷، صحیح مسلم: ۱۶۲۳، بروایت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

یہ حدیث اس بات پر قطعی دلیل ہے کہ بچوں کے درمیان، لین دین میں انصاف کرنا واجب ہے اور اس بارے میں عدل سے کام نہ لینا صریح ظلم ہے۔

حضرات! جو شخص میری طرح لوگوں کے مسائل میں دلچسپی رکھتا ہے، اسے معلوم ہوگا کہ عام طور پر لوگوں کو شکایت رہتی ہے کہ ہمارے والدین ہمارے اور ہمارے بچوں کے ساتھ ناانصافی کرتے ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔

آپ ﷺ کی بہت مشہور حدیث ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: فاتقوا اللہ واعدلوا بین اولادکم اللہ سے ڈرو اور اپنے بچوں کے درمیان انصاف سے کام لو۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص کا بیٹا آتا ہے وہ اسے اپنی گود میں بٹھا لیتا ہے، پھر بیٹی آتی ہے تو اس کو آگے بٹھا لیتا ہے تو آپ نے کہا اسے گود میں کیوں نہیں بٹھایا؟ ھل لا عدلت بینھما؟ (شعب الایمان: ۸۳۲۷، شرح معانی الآثار، ۸۹/۴، بروایت انس) تم نے ان دونوں کے درمیان انصاف سے کام کیوں نہیں لیا۔ آج ہم بیٹے اور بیٹی میں تفریق کرتے ہیں بیٹے کو زیادہ مانتے ہیں اور بیٹی کو کم چاہتے ہیں ایک بیٹے کی بیوی کو دوسرے بیٹے کی بیوی پر ترجیح دیتے ہیں۔ عام طور پر لوگ یہ شکایت کرتے ہیں کہ گھر کا خرچ میں چلاتا ہوں اور روپیہ میں دیتا ہوں لیکن میرے والدین میرے بچوں کے ساتھ انصاف نہیں کرتے۔ اس معاملے میں والدین کو ڈرنا چاہئے اور انصاف سے کام لینا چاہئے۔

تیسری غلطی

دینی تعلیم پر توجہ کم کر دینا:

تیسری غلطی دینی تعلیم، دینی عقیدے کو پس پشت ڈال دینا اور دنیاوی تعلیم پر زیادہ توجہ دینا! لوگوں کا عام نظریہ بن چکا ہے، مسلمان باپ کے گھر میں پیدا ہونا مسلمان ہونے کے لئے کافی ہے، جبکہ اپنے دین کے بارے میں اسے کوئی معلومات نہیں ہے اور اس میں عام طور پر والدین کی کوتاہی کا دخل ہے،

(امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سلف امت بچوں کو بوسہ دینے میں بھی عدل سے کام لیتے تھے۔(حوالہ تحفۃ الودود: ص ۸۷)

اگر آپ لوگوں نے دنیاوی تعلیم کے ساتھ انہیں دینی تعلیم و تربیت سے آراستہ نہ کیا، انہیں اللہ و رسول کے حقوق و آداب نہ سکھلائے تو قیامت کے دن بچے کی محبت آپ کے لئے عداوت میں بدل جائے گی، امام ابن القیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ والد سے اس کے بیٹے کے بارے میں بیٹے سے والد کے بارے میں پوچھنے سے قبل سوال کرے گا، کیونکہ جس طرح باپ کا حق بیٹے پر ہے اسی طرح بیٹے کا حق باپ پر ہے۔(ایضاً ص ۲۴۷)

لہٰذا جس شخص نے اپنے بچے کی مفید تعلیم کے بارے میں لا پرواہی سے کام لیا اور اسے بے کار چھوڑ دیا، تو اس کے ساتھ بہت ہی برا سلوک کیا، عام طور پر بچوں کے بگاڑ میں ان کے والدین کا دخل ہے، کیونکہ انہوں نے بچوں کو دین کے فرائض و سنن کی تعلیم نہ دی۔ بچپن میں ان کا اہتمام نہ کیا تو بڑے ہونے کے بعد نہ خود اپنے لئے مفید ثابت ہوئے اور نہ ہی اپنے والدین کو فائدہ پہنچایا ۔جس طرح کہ کسی باپ نے بیٹے کی بدسلوکی پر اسے تنبیہ کی تو اس نے کہا: اے ابو جان! میں چھوٹا تھا، تو آپ میرے حقوق پامال کردیتے تھے آج میں حسن سلوک میں کوتاہی کا مرتکب ہوں، میں چھوٹا تھا تو آپ نے (میری تربیت نہیں کی) مجھے ضائع کردیا، آج بوڑھے ہوگئے ہیں میں بھی اپنی ذمہ داریوں سے دست بردار ہوتا ہوں۔(تحفۃ الودود ۲۴۷)

اللہ کی قسم! ہم نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ پچیس سال کے ہیں انگلش میڈیم سے ڈگری ہولڈر ہیں لیکن انہیں سورہ فاتحہ پڑھنی نہیں آتی، جھوٹ نہیں بول رہا ہوں جب میں نے انہیں دین کی اہمیت سمجھائی تو میرے سامنے بیٹھ کر وہ اپنے باپ کو گالیاں دینے لگا کہ انگلش میڈیم پڑھا کر کیا فائدہ حاصل کیا آج میں یہاں آکر کھیت میں کام کررہا ہوں، مجھے نماز نہیں سکھائی ہے ہم نے کہا یہ تو دنیا میں ہے آخرت میں پتہ نہیں تو اپنے باپ کے ساتھ کیا کرے گا۔ ساتھیو! ہرگز ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ دنیا کی طرف خوب توجہ دی جائے اور آخرت کو ترک کردیا جائے۔ آج ہمارے یہاں کا عام رواج یہ ہے کہ میتھ میٹکس کے لئے، سائنس کے لئے ٹیوٹر کو مثال کے طور پر اگر چار ہزار دیا جاتا ہے اور قرآن کے بارے میں کہتے ہیں کہ مسجد میں بھیج دو مفت میں پڑھ لے گا، ایک ہزار پر کسی مولوی کو بلا کر پڑھانے کے لئے راضی نہیں ہونگے۔ حقیقتاً یہ بہت بڑی خیانت ہے، اے ماں تو بھی سن لے، اے باپ تو بھی سن لے قیامت کے دن یہی بچہ جو انجینئر اور ڈاکٹر بن رہا ہے یہ تیرے خلاف گواہی دے گا۔

حضرات! حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو دونوں آنکھ سے نابینا تھے ان کے والد نے کہا چلو اسے حافظ بنادو کم سے کم مسجد کا امام بن کر اپنی روزی روٹی حاصل کرے گا باقی دوسرے بیٹوں میں سے کسی کو ڈاکٹر بنایا تو کسی کو انجینئر بنایا، حافظ عبدالمنان صاحب کا قصہ بہت طویل ہے مختصر یہ کہ ایک بار انہوں نے اپنے باپ کو خواب میں دیکھا کہ وہ کہہ رہے ہیں "اے عبدالمنان جب تم مسجد میں بیٹھ کر بخاری کا درس دیتے ہو تو اس کی ٹھنڈک مجھے قبر میں محسوس ہوتی ہے اور تمہارے دوسرے بھائی جو وکیل صاحب ہیں، ڈاکٹر صاحب ہیں اور انجینئر صاحب ہیں ان کی طرف سے مجھے کچھ نہیں پہنچ رہا ہے۔

ظاہر بات ہے کہ جو خود اپنے لئے نماز نہیں پڑھ سکتا وہ اپنے ماں باپ کے لئے کیا دعا کرے گا۔

چوتھی غلطی

اولاد پر بددعا کرنا:

بہت سی عورتوں کی عجیب عادت ہوا کرتی ہے، بات بات پر بچوں کو گالیاں دینا شروع کر دیتی ہیں، ان کو بددعائیں دینا شروع کر دیتی ہیں، یہ بڑی بھیانک غلطی ہے، اولاد کوئی بڑی غلطی کیوں نہ کر رہی ہو، ماں باپ کو اپنی زبان سے ان کے لئے کبھی بھی بددعا کے الفاظ نہیں نکالنی چاہئے، ہوسکتا ہے کہ کسی ایسے وقت میں کہ جب اللہ کی رحمت جوش میں ہو اور آپ ان کے لئے بددعا کریں آپ کا دل جل رہا ہو، اور اللہ تعالیٰ آپ کی دعا قبول کر لے اور آپ کے بچے کی دنیا وآخرت برباد ہو جائے، اس کے برخلاف اولاد کے حق میں دعا کرنی چاہئے بددعا نہیں۔ صحیح مسلم وغیرہ میں سرکار ﷺ کا ارشاد ہے۔ لاتدعوا علیٰ انفسکم ولاتدعوا علیٰ اولادکم ولاتدعوا علی خدمکم ولا تدعوا علی اموالکم لاتوافقوا من اللہ ساعۃ نیل فیھا عطاء فیستجیب لکم۔ (صحیح مسلم، ۳۰۰۹، سنن ابو داؤد: ۱۵۳۲ بروایت جابر بن عبداللہ) اپنے لیے بددعا نہ کرو، اپنی اولاد کے لیے بددعا نہ کرو، اپنے خادموں کے لیے بددعا نہ کرو اور اپنے مالوں کے لیے بددعا نہ کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تمہاری بددعائیں اس گھڑی میں ہوں جس میں اللہ تعالیٰ دعا قبول فرماتا ہے تو تمہاری بددعا بھی قبول کر لے۔ پھر نتیجہ افسوس کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔

ایک شخص عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے میرا بیٹا بڑا نالائق ہے میری ایک بھی بات نہیں مانتا، انہوں نے کہا اچھا یہ بتاؤ کبھی تم نے اس کے لئے بددعا تو نہیں کی وہ شخص جواب دیتا ہے ہاں ایک بار بددعا تو دی تھی کہا کہ اَنْتَ الَّذِیْ افسدتہ تو نے ہی اس کو برباد کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے بددعا کرنے سے سختی سے منع کیا ہے۔

شہر ریاض کے الشفا علاقے میں ۱۴۱۰ھ میں ایک واقعہ پیش آیا جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک باپ نے اپنے بچے کو خوب پڑھایا، بچے نے باہر سے تعلیم حاصل کی اور ایک اچھی نوکری پر لگ گیا اور باپ وہی پرانا ڈنڈا لے کر چلنے والا ٹوٹا چپل اور پھٹا کپڑا پہننے والا تھا، اس کا کام صرف مسجد آنا اور جانا تھا، ایک دن جمعہ کو اس کی بیوی نے کہا کھانا کھا کر جلدی سے باہر چلے جایئے، اپنے یہاں کچھ عورتیں مہمان آرہی ہیں، اس نے کہا ٹھیک ہے، کھانا کھا کر مسجد کی طرف جانے لگا ابھی تھوڑی دور گیا تھا تو کیا دیکھتا ہے کہ گاڑیاں پر گاڑیاں دروازے پر رک رہی ہیں اور عورتوں کے اترنے کے بجائے گاڑیوں سے مرد اتر رہے ہیں اس نے سوچا کہ کہیں میرے بیٹے کا ایکسیڈینٹ تو نہیں ہو گیا، کہ لوگ تعزیت کے لئے آرہے ہیں معاملہ تو عورتوں کے آنے کا ہے یہ مرد کیوں آرہے ہیں، اتنے میں کیا دیکھتا ہے کہ بیٹا آتا ہے اور انہیں خوشی خوشی اندر لے جاکر بٹھاتا ہے، باپ سیدھا گھر واپس آتا ہے بیوی دیکھتے ہی جھڑکتی ہے، کہاں آگئے تم، وہ بہو کے پاس جاتا ہے اور کہتا ہے بیٹی معاملہ کیا ہے؟ بہو نے سچ بتلا دیا کہ ابا جان صورت حال یہ ہے کہ آپ کے بیٹے کے دوست لوگ آرہے ہیں اور وہ نئے خیال کے ہیں، سب اسی خیال کے ہیں کہ جن کے متعلق اکبرالٰہ آبادی نے کہا ہے کہ

ہم ایسی سب کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جن کو پڑھ کے لڑکے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

بہو نے کہا آپ کے بیٹے کو یہ پسند نہیں کہ اس کے دوست آئیں تو آپ گھر میں موجود رہیں، ساتھیو! جمعہ کا دن تھا باپ کے دل کو سخت ٹھیس پہنچی لیکن کچھ بولا نہیں، سیدھے مسجد گیا اور دو رکعت نماز پڑھ کر ہاتھ اُٹھا لیا، دعا کرنے لگا بیوی کے لئے بھی بددعا کی اور بیٹے کے لئے بھی بددعا کی، پھر دوسرے ہی دن سنیچر کی صبح ساڑھے سات، سوا سات بجے تیزی کے ساتھ بیٹا اپنی گاڑی پر جا رہا تھا کہ ایک کراسنگ کے اوپر ایک دوسری گاڑی نے تیزی سے ایسی ٹھوکر ماری کہ بچے کا پیر ٹوٹ گیا اور وہ صاحب فراش بن گیا، ادھر بچے کی ماں بھی چند دنوں میں کسی ایسی خطرناک بیماری میں مبتلا ہوئی کہ بستر سے اُٹھنے کے قابل نہیں رہ گئی۔

ساتھیو! ابھی بددعا کئے چوبیس گھنٹے بھی نہیں گزرے تھے، کہ اس کا اثر ظاہر ہو گیا، لہٰذا ماں باپ کو چاہئے کہ اپنے بچوں کو دعائیں دیں بددعائیں نہ دیں اگرچہ انہیں اولاد کی جانب سے تکلیفیں پہونچے، ان کی اصلاح کے لئے دعائیں کرنی چاہئے یہی تربیت کا صحیح طریقہ ہے۔

پانچویں غلطی

بچیوں کی پیدائش پر ناراض ہونا:

یہ تربیت میں غلطی ہے، زمانہ جاہلیت اور بت پرستوں کی یہ سنت ہے جو ہمارے یہاں گھر کر گئی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: وَإِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿٥٨﴾ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (النحل، ۵۸، ۵۹) اور ان میں سے جب کسی کو لڑکی کی پیدائش کی خبر دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے اس بری خبر کی وجہ سے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے سوچتا ہے کہ کیا اس لڑکی کو ذلت کے باوجود زندہ رہنے دے یا مٹی میں دبا دے، آہ، یہ لوگ کیا برا فیصلہ کرتے ہیں۔

یہ تھی زمانہ جاہلیت کی بدعت جس کی اسلام نے نہ صرف کھل کر مخالفت کی بلکہ اس کے خلاف انقلاب برپا کیا، اس کی فضیلتیں بیان کیں لڑکیوں کی تربیت اور انکی پرورش کے فضائل بیان فرمائے۔

ایک حدیث میں ہے: من ولدت له ابنة فلم يئدها ولم يهنها ولم يؤثر ولده عليها يعني الذكور ادخله الله بها الجنة (مسند احمد ۱۹۵۷/ابو داؤد، ۱۵۴۶ مستدرک حاکم، ۱۹۶) جس کے یہاں کسی بچی کی ولادت ہوئی، اس نے اسے نہ زندہ درگور کیا، نہ ہی اسے جھڑکا اور نہ ہی نرینہ اولاد کو اس پر ترجیح دی تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس کو جنت میں داخل کرے گا۔

نوٹ:

یہ حدیث اہل علم کے نزدیک مختلف فیہ ہے، علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ضعیف اور امام حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔

آج اس ترقی اور علم کے دور میں بھی یہ بدعت ماڈرن شکل میں اور مختلف انداز میں موجود ہے، حالانکہ لڑکیوں کو برا سمجھنا اور ان کی پیدائش پر ناراض ہونا کئی ناحیے سے خلاف شرع وعقل ہے۔ (۱) اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر اعتراض ہے جو کفر ہے، شکر کے بجائے رب کی ناشکری ہے۔ (۲) جاہلیت کی سنت کو زندہ کرنا ہے۔

(۳) بے عقلی اور جہالت کی دلیل ہے، (۴) عورت کی توہین ہے، (۵) عورت کو اس چیز کا مکلف بنارہے ہیں جو اس کے بس کے باہر ہے۔ (التقصیر فی تربیۃ الاولاد۔۷۸)

چھٹی غلطی

بچوں کے سامنے فواحش اور منکرات کا ارتکاب کرنا:

علمائے تربیت اس پر متفق ہیں کہ تربیت کا پہلا زینہ اچھا نمونہ پیش کرنا ہے، بچہ آنکھیں کھولتا ہے، اور حرکت کرنے کے لائق بنتا ہے تو وہ تمام معاملات میں اپنے والدین کی تقلید کرتا ہے، اس لئے اسلام نے اس پر خصوصی توجہ دی ہے اور والدین سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کے لئے اچھا نمونہ بنیں۔ اللہ تعالی مومن بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (فرقان: ۷۴)

اور جو یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو ہمارے بیویوں اور بچوں کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنا اور ہمیں پرہیز گاروں کا پیشوا بنا۔

مذکورہ آیت میں پرہیز گاروں کا پیشوا بنا، کا معنی یہ ہے کہ ایسا نمونہ بنا کہ ہمارے بچے خیر میں ہماری اقتدا کریں اور ہمیں شر کا نمونہ نہ بنا کہ ہماری اقتدا پر وہ بھی گواہ ہو جائیں۔ کیونکہ برا نمونہ تربیت پر بہت بڑی رکاوٹ بنتا ہے، آج بہت سے والدین اپنے بچوں کے سامنے جھوٹ بولنا، گالی دینا، فلم دیکھنا، ایسے بہت سے غلط کام کا اظہار کرتے ہیں، جن سے ان کے بچوں کے گمراہ ہونے کا دروازہ کھلتا ہے اور یہ چیزیں صحیح تربیت میں بہت بڑی رکاوٹ بنتی ہیں۔ سچ کہا ہے کسی عربی شاعر نے:

إذا كان رب البيت بالدف ضاربا

فشيمة أهل البيت كلهم الرقص

جب گھر کا ذمہ دار دف بجانے والا ہوگا تو پورے گھر والے ناچنے والے بنیں گے۔

ساتویں غلطی

نصیحت اور ڈانٹ پھٹکار میں حکمت عملی کو مدنظر نہ رکھنا

بعض لوگ تربیت کے باب یہ بہت بڑی غلطی کرتے ہیں کہ نصیحت اور ڈانٹ پھٹکار میں موقع ومحل کو مدنظر نہیں رکھتے، کچھ لوگ بچے کی پہلی ہی غلطی پر آگ بگولہ ہو جاتے ہیں اور اس پر ایسی سرزنش کرتے ہیں، جیسے یہ بچہ کوئی پیشہ ور مجرم ہو۔ کچھ والدین لوگوں اور خصوصا مہمانوں کے سامنے ڈانٹ پھٹکار شروع کر دیتے ہیں، جس کا بچے کی نفسیات پر بہت غلط اثر پڑتا ہے، بہت سے بچے اپنے والدین سے اس لئے شاکی رہتے ہیں اور پھر باغی ہو جاتے ہیں کہ والد اس کے کسی کام کی قدر نہیں کرتے اور لوگوں کے سامنے اس کی برائیاں بیان کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ ایک بچے نے مجھ سے بیان کیا کاش کہ کسی ایک دن تو میں اپنے باپ سے لوگوں کے سامنے اپنی تعریف سن لیتا۔ اس طرح بہت سے والدین قریب البلوغ اور بالغ بچوں کے ساتھ ڈانٹ ڈپٹ اور مار پیٹ کا وہی معاملہ کرتے ہیں جو ایک چھوٹے بچے کے ساتھ کیا جاتا ہے پھر یہی عمل بچوں کے گھر سے بھاگنے، غلط صحبت اختیار کرنے اور عناد کی راہ اختیار کرنے کا سبب بن جاتا

ہے۔اس طرح اس باب میں ایک غلطی یہ بھی ہے کہ ہر ہر عمل پر با ربار ٹوکنا اور یہ فرق نہ کرنا کہ بچے نے غلطی کی ہے یا بچے سے غلطی ہوئی ہے۔ضروری ہے کہ والدین اس امر پر بھی غور کریں اور غلطی کرنے اور غلطی ہونے میں فرق کریں۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے دس سال رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی ہے، جب بھی آپ نے مجھے کسی کام کا حکم دیا پھر میں نے اس پر کوتاہی کی ہو یا اسے ضائع کر دیا ہو تو آپ نے اس پر کبھی بھی مجھے ملامت نہیں کی، بلکہ اگر اہل خانہ میں سے کسی نے ملامت کی بھی تو آپ نے فرمایا:

دعوه فلو قدر او قال قضی ان یکون کان (مسند احمد: ۱۳۴۵۱ شعب الایمان: ۷۷۱۴) چھوڑ دو اگر کسی کام کو ہونا ہوگا تو وہ ہو کر رہے گا۔

آٹھویں غلطی

بچوں کی غلطیوں پر خوش ہونا انہیں متنبہ نہ کرنا

بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں کہ جب ان کے بچے گالی دیتے ہیں تو وہ خوش ہوتے ہیں، حالانکہ تربیت کے میدان میں یہ بہت بڑی غلطی ہے کیونکہ اس طرح بچے گالی دینے اور بڑوں کے ساتھ بے ادبی کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں، یہ بات ملاحظے میں ہے بچوں کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر اگر بروقت انکی اصلاح نہ کی گئی تو مستقبل میں چل کر یہی بچے والدین کے لئے اور دوسرے کے لئے پریشانی کا سبب بنتے ہیں، بلکہ چاہئے کہ بچپن ہی سے انہیں اچھے اخلاق کا عادی بنایا جائے برے اخلاق سے دور رکھا جائے بڑوں کے احترام کا حکم دیا جائے اور اگر ان سے کوئی غلطی ہو جائے تو حکمت عملی سے اس کی اصلاح کی جائے۔

نویں غلطی

اپنے بچے بچیوں پر مکمل اعتماد کر لینا

بعض لوگ اپنے بچوں پر مکمل اعتماد کر لیتے ہیں اور اگر کوئی دوسرا شکایت بھی کرتا ہے تو اس پر ناراض ہو جاتے ہیں، اور اگر بچہ جھوٹ بولتا ہے تو اسے صحیح مان لیتے ہیں اور اس پر یقین کر لیتے ہیں کہ بچہ سچ کہہ رہا ہے، اس نے غلطی نہیں کی ہے۔اگر میں مثال دوں تو نام کے ساتھ متعدد مثالیں دے سکتا ہوں کہ جن کے والدین نے توجہ نہیں دی اور بچوں پر بھروسہ کیا تو ان کے بچے برباد ہو گئے، لوگ سمجھاتے رہے بچوں کی شکایت کرتے رہے، لیکن کسی کی بات کا کوئی اثر نہیں ہوا۔خاص طور پر جو لوگ اپنے گھر سے دور رہتے ہیں چاہے دیہات کو چھوڑ کر شہر میں رہتے ہیں یا ایک ملک کو چھوڑ کر دوسرے ملک میں رہ رہے ہوں ایسے لوگ اپنے گھر پیسہ خوب بھیجتے ہیں جس کی وجہ سے بچے آزاد ہو جاتے ہیں، اگر چچا نے کچھ کہا بھی تو محترمہ بولنے لگتی ہیں کہ ہمارے بچوں سے چڑھتے رہتے ہیں، ہمارے بچوں کا کھانا پینا تم سے دیکھا نہیں جاتا۔آخر میں کیا ہوتا ہے کہ محترمہ الگ رہائش کر لیتی ہیں اور بچے آزادی میں بربادی کے شکار ہو جاتے ہیں۔

ابھی مشکل سے دس دن گزرے ہوں گے میری اہلیہ عمرہ کرنے گئی تھیں کویت سے ایک پاکستانی فیملی آئی تھی جن کی صرف ایک بیٹی تھی لیکن اس بیٹی کے پاس موبائیل نہیں تھا، وہ کہتی ہے کہ میرے ابا جان کہتے ہیں کہ بیٹی اللہ کی قسم! تو مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہے لیکن میں تجھے موبائیل نہیں دے

سکتا۔ ساتھیو! مجھے یہ بات بہت پسند آئی۔ لہٰذا ہر باپ کو توجہ دینی چاہئے بچوں کی تربیت کی فکر کرنی چاہئے اور مکمل طور سے بچوں پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے، ورنہ یہ تباہی و بربادی کا بہت بڑا ذریعہ اور سبب ہے۔

دسویں غلطی

گھر والوں کی ضرورت کے باوجود گھر سے دور رہنا

بہت سے لوگ گھر اور بچوں کی ساری ذمہ داریاں ان کی والدہ پر چھوڑ دیتے ہیں، وہ ان کے کھانے پینے کا انتظام کرے، کپڑا بھی وہی دھوئے اور ان کی تعلیم پر بھی وہی توجہ دے اور میاں صاحب اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد باقی وقت سیر و تفریح اور دوستوں میں گزار دیتے ہیں اس کا اثر بچوں کی زندگی پر غلط پڑتا ہے، پہلی بات کہ بچوں میں یہ شعور پیدا ہوتا ہے کہ والد کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے لہٰذا ان کی نصیحت کا بیٹے پر اثر بھی نہیں پڑتا، دوسری بات بڑا ہونے کے بعد بچہ بھی اس راستے پر چل نکلتا ہے، یہ اس کے علاوہ ہے کہ بیوی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالا جا رہا ہے، حتی کہ بچے کی بیماری کی صورت میں ڈاکٹر کے پاس لے جانے کی ذمہ داری بھی اسی مسکین پر ہوتی ہے، جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس کے برخلاف رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ضروریات سے فارغ ہوتے تو باقی وقت اپنے اہل وعیال کے ساتھ گزارتے تھے اور گھر کے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاتے تھے۔

ایک بار مشہور تابعی حضرت اسود بن یزید نے مائی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں ہوتے تو کیا کرتے؟ مائی عائشہ نے فرمایا: گھر والوں کے کام میں لگے رہتے اور جب اذان ہوتی تو چھوڑ کر چلے جاتے۔ (صحیح البخاری ۵۳۶۳، مسند احمد ۶/ ۴۹)

یہی سوال جب حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا تو مائی عائشہ کا جواب تھا، آپ بھی عام انسانوں کی طرح ایک بشر تھے اپنے کپڑے صاف کر لیتے، اپنی بکری کا دودھ نکال لیتے، اور اپنا کام اپنے آپ کر لیتے۔ (مسند احمد، ۶/ ۲۵۶، الادب المفرد: ۵۴۱)

بلکہ یہ امر بہت سے لوگوں کے لئے باعث تعجب ہوگا کہ اپنی گوناگوں مصروفیات اور ذمہ داریوں کے باوجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل خانہ کو شہر سے باہر سیر و تفریح کے لئے بھی لے جایا کرتے تھے، چنانچہ حضرت شریح البخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بادیہ کے علاقہ (باہری علاقے میں بھی جاتے تھے؟ مائی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا، ہاں! جب آپ باہری علاقے میں جاتے تو انہیں وادیوں کی طرف تشریف لے جاتے۔ الادب المفرد ۵۸۲، سنن ابوداؤد ۲۴۷۸

کیونکہ انسان خصوصاً عورتیں اور بچے گھر کے ماحول سے اکتا کر باہر کی ہوا میں سانس لینا چاہتے ہیں، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جانب کو بھی نہیں چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے تمام بچوں کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے ان کی اصلاح فرمائے، انہیں دین کا سپاہی بنائے، اللہ ہمیں اور آپ کو اپنے بچوں کو تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

شبات وعزیمت

[۴]

استقامت: فضائل اور رکاوٹیں

تحریر: فضیلۃ الشیخ مسند بن محسن القحطانی حفظہ اللہ ترجمہ: ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

۴- پاکیزہ زندگی اور حقیقت سعادت:

استقامت کی ایک فضیلت پاکیزہ زندگی اور حقیقی سعادتمندی ہے،اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى وَهُوَ مُؤْمِن فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [النحل:۹۷]۔

جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت، لیکن باایمان ہو تو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے، اور ان کے اعمال کا بہتر بدلہ بھی انہیں ضرور دیں گے۔

یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے پاکیزہ زندگی کا وعدہ ہے جو دنیاوی زندگی میں ہر طرح کے راحت وسکون کو شامل ہے، جیسے فراخ روزی، حقیقی سعادت، انشراح صدر، اطمینان قلب، راحت نفس اور اسے مجروح کرنے والے امور کی طرف عدم التفات وغیرہ۔

نہ ہر مومن عمل صالح کرتا ہے!!! اور نہ ہر عمل صالح ہی ہوتا ہے!!

لہٰذا جو مومن حقیقت میں عمل صالح انجام دے وہی اللہ کے دین پر مستقیم ہے، جو عمل کو اس کے شروط کے ساتھ یعنی اللہ کے لئے اخلاص اور نبی کریم ﷺ کے طریقہ کے مطابق، انجام دیتا ہے، ایسے ہی شخص کو دنیاوی زندگی میں اللہ کی طرف سے پاکیزہ زندگی کے وعدہ کی بشارت دی جاتی ہے، نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے دار آخرت میں احسن عمل کا بدلہ عطا فرمائے گا۔

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَى ۝ وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكاً وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى﴾ [طٰہٰ:۱۲۳،۱۲۴]۔

جو میری ہدایت کی پیروی کرے نہ تو وہ بہکے گا نہ تکلیف میں پڑے گا۔ اور میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی میں تنگی رہے گی، اور ہم اسے قیامت کے روز اندھا کر کے اٹھائیں گے۔

مفسرین کہتے ہیں: جو اللہ کی ہدایت کی پیروی کرے نہ تو وہ بہکے گا نہ تکلیف میں پڑے گا، نہ دنیا میں اور نہ ہی آخرت میں۔

اور {وَمَنْ أَعْرَضَ} "جو روگردانی کرے"، یعنی حکم الٰہی اور رسول کریم ﷺ پر نازل کردہ شریعت کی مخالفت کرے، تو دنیا میں اس کی زندگی تنگ ہو کر رہ جائے گی، نہ اسے اطمینان قلب ہوگا، نہ انشراح صدر، بلکہ گمرہی کے سبب اس کا سینہ تنگ اور بند ہوگا۔ اگرچہ بظاہر وہ نعمت میں ہو، من چاہا لباس زیب تن کرے، حسب منشا کھائے اور حسب خواہش جہاں چاہے رہے، تب بھی اس کا دل قلق اور حیرانی میں رہے گا، اور حقیقت میں یہی تنگ زندگی ہے (دیکھئے: تفسیر ابن کثیر اور تفسیر ابن سعدی رحمہما اللہ)۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَى لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ﴾ [الرعد:۲۹]۔

جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال انجام دیئے ان کے لئے

خوشحالی ہے اور بہترین ٹھکانا۔

مفسرین کہتے ہیں: انہیں دنیا میں مکمل سکون وراحت، اطمینان، سعادت، فرحت اور آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل ہوگی اور آخرت میں رضائے الٰہی اور نعمتوں بھری جنت میں تکریم وغیرہ کے ذریعہ بے پایاں نیک انجام۔

اس کی مزید وضاحت اللہ عزوجل کے اس فرمان سے ہوتی ہے:

{ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ O وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ} [الانفطار: ۱۳، ۱۴]۔ بے شک نیکوکار لوگ نعمتوں میں ہیں۔ اور بے شک گنہ گار لوگ جہنم میں ہیں۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ نہ سوچیں کہ یہ صرف آخرت کی نعمت اور آخرت کی جہنم پر منحصر ہے، بلکہ یہ نعیم و جحیم دنیا، برزخ اور آخرت سب میں یکساں ہوں گے' چنانچہ یہ نعمتوں میں ہوں اور وہ جہنم میں، کیونکہ اصل نعمتیں دل کی نعمتیں اور اصل عذاب دل کا عذاب ہے'' (الداء والدواء، ص ۱۲۲)۔

اس لئے کسی صالح آدمی سے جب پوچھا گیا کہ: آپ کی صبح کیسی رہی؟ تو انہوں نے جواب دیا: ''میری صبح ایسی نعمت میں ہوئی کہ اگر اس بارے میں شاہان اور شاہان زادوں کو معلوم ہوجائے تو اُس کے لئے وہ ہم سے تلواروں مقابلہ کریں گے''۔

ان کا مقصد سعادت، انسیت، اور اللہ عزوجل کی عبادت و اطاعت پر خوشی واطمینان کی نعمت ہے۔

۵۔ امن وامان اور ہدایت:

استقامت کی ایک فضیلت امن وامان اور اللہ رحمن ورحیم کی توفیق ہدایت بھی ہے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے: {الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ} [الانعام: ۸۲] ۔ جولوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے گڈمڈ نہیں کیا، انہی کے لئے امن ہے اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

یعنی اللہ عزوجل کے ساتھ شرک نہیں کیا' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے یہاں ظلم کی تفسیر کرتے ہوئے اس کا ''شرک'' بتایا ہے۔

اور نبی کریم ﷺ نے اس پر لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو نصیحت کے سلسلہ میں وارد فرمان باری تعالیٰ: ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ [لقمان: ۱۳] کہ بلاشبہ شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔ سے استدلال فرمایا ہے۔ (اسے امام احمد اور بخاری نے روایت کیا ہے)

چنانچہ سب سے بڑا ظلم اللہ عزوجل کے ساتھ شرک ہے۔

چنانچہ فرمان باری ﴿ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ} (جولوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے گڈمڈ نہیں کیا)

یہی لوگ حقیقت میں اللہ کے دین پر ثابت رہنے والے ہیں' جنہوں نے شرک نہیں کیا، یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توحید پر قائم رہے، اور ہم سے یہ بات گزر چکی ہے کہ استقامت کا ایک معنیٰ توحید پر قائم ودائم رہنا بھی ہے۔

اور فرمان باری {أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ} (انہی کے لئے امن ہے)۔

یعنی انہیں امن وسکون حاصل ہوگا، اور جیسا کہ علماء نے کہا ہے کہ یہ امن وسکون توحید کے تحقق اور شرک باللہ کی ڈاک گناہ و معاصی سے دوری کے بقدر دنیا وآخرت دونوں میں حاصل ہوگا۔

کیونکہ اطاعت اللہ عزوجل کا وہ عظیم ترین قلعہ ہے کہ جو اس میں داخل ہوگا دنیا وآخرت کے عقاب وعذاب سے مامون ہو جائے گا، اور جو اس سے نکل جائے گا' اسے خوف وہراس اور گھبراہٹیں ہر چہار جانب سے گھیر لیں گی، لہٰذا جو اللہ کی اطاعت

کرے گا خوف وہراس اس کے حق میں امن وامان میں بدل جائیں گے اور جو اس کی نافرمانی کرے گا اس کا امن وامان خوف وہراس میں تبدیل ہو جائے گا۔

جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہر چیز سے مامون کر دیتا ہے اور جو اللہ سے نہیں ڈرتا اللہ تعالیٰ اسے ہر چیز سے ڈرا دیتا ہے۔ (دیکھئے: الداء والدواء، ص ۱۲۰، قدرے تصرف کے ساتھ)

اور امن وامان کی نعمت ایک عظیم اور نہایت قابل قدر نعمت ہے' اگر یہ نعمت مفقود ہو جائے تو زندگی کے اجتماعی' اقتصادی اور علمی وغیرہ تمام مظاہر اتھل پتھل ہو جاتے ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے لوگوں پر اس نعمت کا احسان جتلایا ہے' ارشاد باری ہے: {فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ O الَّذِیٓ أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ} [قریش: ۳، ۴]۔

لہٰذا انہیں چاہیے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کرتے رہیں۔ جس نے انہیں بھوک میں کھانا کھلایا اور ڈر میں امن وامان دیا۔

اور حدیث میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "من أصبح منكم آمناً في سربه، معافى في جسده، عنده قوت يومه، فكأنما حيزت له الدنيا بحذافيرها" (اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے، صحیح الجامع (۶۰۴۲)۔ جو تم میں سے اپنے اہل وعیال میں امن واطمینان سے صبح کرے' اپنے جسم میں ظاہری وباطنی امراض سے محفوظ ہو' اس کے پاس دن بھر کی غذا ہو' تو گویا اسے پوری دنیا جمع کر کے دے دی گئی۔

اور فرمان باری {وَهُم مُّهْتَدُونَ} (اور وہ ہدایت یافتہ ہیں) یعنی وہ اپنی زندگی کے تمام کاموں میں اللہ کی رہنمائی دیکھیں گے' اللہ تعالیٰ انہیں سب سے معیاری زندگی اور سب سے افضل معاملات وتعلقات کی رہنمائی فرمائے گا، ان کے گفتار وکردار کی اصلاح فرمائے گا' اور دنیا وآخرت کی بھلائی والے امور کی طرف ان کی دستگیری فرمائے گا۔

اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے قید خانہ میں پوچھا گیا کہ:

"جب آپ نہ ہوں گے تو ہم کس کے پاس جائیں؟ تو انہوں نے فرمایا: عبدالوہاب الوراق کے پاس جاؤ، لوگوں نے کہا: ان کے پاس بہت سے مسائل کا علم نہیں ہے؟

انہوں نے فرمایا: وہ ایک نیک اور صالح آدمی ہیں' اور ایسے لوگوں کو حق کی توفیق ملتی ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

{وَمَن يُؤْمِن بِاللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيمٌ} [التغابن: ۱۱]۔ اور جو اللہ پر ایمان پر رکھے اللہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے' اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

"چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جو بھی کما حقہ ایمان لائے اور ایمان کے لوازم وواجبات کی تکمیل کے ذریعہ ایمان کے تقاضوں کو سچ کر دکھائے' یہ اس بندے کا سب سے بڑا وسیلہ ہے جس کے ذریعہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے گفتار' کردار' احوال اور علم وعمل میں اس کی رہنمائی فرمائے گا۔" (تفسیر سعدی رحمہ اللہ، قدرے تصرف کے ساتھ)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: {وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ} [العنکبوت: ۶۹] اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں مجاہدہ کیا' ہم انہیں اپنی راہ ضرور دکھائیں گے' اور بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نفس سے جہاد کرنے والے ہر شخص کو اللہ کے دین' اتباع سنت' اور طلب علم شریعت وغیرہ خیر کی راہوں پر استقامت کا وعدہ فرمایا ہے۔ نیز اللہ نے اسے دنیا میں اپنی رضا اور آخرت میں اپنی جنت کے حصول کے سب سے عمدہ راستے کی رہنمائی کا وعدہ فرمایا ہے' اور وہ ہے حق کی معرفت' اس

پر عمل اور اس کی طرف دعوت۔

لہٰذا اہل استقامت کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے دنیا وآخرت میں امن وامان اور ہدایت کی خوشخبری مبارک ہو۔

۶۔ اللہ عز وجل کی محبت:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

{إِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِینَ} [البقرۃ:۱۹۵]۔

بیشک اللہ عز وجل احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

{إِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِینَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِینَ} [البقرۃ: ۲۲۲]۔ بیشک اللہ عز وجل توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور پاکی حاصل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

{فَإِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِینَ} [آل عمران:۷۶]۔

بیشک اللہ عز وجل متقیوں سے محبت کرتا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

{وَاللّٰہُ یُحِبُّ الصَّابِرِینَ} [آل عمران:۱۴۶]۔

بیشک اللہ عز وجل صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

{إِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِینَ} [آل عمران:۱۵۹]۔ بیشک اللہ عز وجل توکل وبھروسہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

{إِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِینَ} [المائدۃ:۴۲]۔

بیشک اللہ عز وجل انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اگر ہم غور کریں تو دیکھیں گے کہ یہ اعمال اور صفات جن کے حاملیں سے اللہ عز وجل محبت کرتا ہے، اہل استقامت ہی میں پائی جاتی ہیں۔

چنانچہ اہل استقامت ہی اپنی عبادات ومعاملات کو اچھی طرح انجام دیتے ہیں۔

اہل استقامت ہی سب سے زیادہ اللہ سے توبہ کرتے ہیں اور ظاہری وباطنی طور پر پاکی اختیار کرتے ہیں۔

اسی طرح وہی لوگ سب سے زیادہ تقویٰ شعار اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اطاعت گذاری، معصیت بیزاری اور تکلیف دہ تقدیروں پر صبر کرنے والے ہوتے ہیں۔

اسی طرح اہل استقامت ہی سب سے زیادہ اللہ پر توکل کرنے والے اور اپنے فیصلوں اور معاملوں میں عدل وانصاف کے خواہاں ہوتے ہیں۔

اور نبی کریم ﷺ نے حدیث قدسی میں فرمایا ہے:

"إن اللہ تعالیٰ یقول: "ولا یزال عبدي یتقرب إلي بالنوافل حتی أحبه..." الحدیث (اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے)

بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرا بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔۔۔۔

اور نوافل کی انجام دہی بھی سب سے زیادہ اہل استقامت ہی کرتے ہیں۔

ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اپنے فضل وکرم سے ہمیں ان لوگوں میں شامل فرمائے جن سے وہ محبت کرتا ہے اور جو اس سے محبت کرتے ہیں، اور ہمیں دنیا وآخرت میں اس محبت کا ثمرہ عطا فرمائے۔

[جاری]

احتساب نفس

اخروی عمل سے دنیا طلبی

تحریر: شیخ مسند بن محسن قحطانی حفظہ اللہ

ترجمہ: ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی

ارشاد باری ہے:

{مَن كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ۝ أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ} (۱)۔

جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی زینت پر فریفتہ ہوا چاہتا ہے ہم ایسوں کو ان کے کل اعمال (کا بدلہ) یہیں بھر پور پہنچا دیتے ہیں اور یہاں انہیں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ ہاں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ انہوں نے یہاں کیا ہوگا وہاں سب اکارت ہے اور جو کچھ ان کے اعمال تھے سب برباد ہونے والے ہیں۔

☆ امام ابن القیم رحمہ اللہ مفسرین کے اقوال اور اس آیت کے سلسلہ میں ان کے اختلاف کا ذکر کرنے کے بعد کہ کیا یہ صرف کافروں کے حق میں ہے یا اس میں مومن بھی داخل ہیں، فرماتے ہیں: ''الحمدللہ آیت کریمہ میں کوئی دشواری نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی جزا بیان فرمائی ہے جو اپنے عمل سے دنیوی زندگی اور اس کی زینت چاہتے ہیں، اور وہ جہنم ہے، اور بتلایا ہے کہ اس کا عمل ضائع اور رائیگاں ہو جائے گا، اور جب اس کی نجات کا سامان ہی ضائع ہو جائے گا تو اس کی نجات کا کوئی ذریعہ ہی نہ رہ جائے گا، اور اگر اس کے پاس ایمان ہو جس سے اس نے دنیا اور اس کی زینت نہ چاہا ہو، بلکہ اس سے اللہ اور دار آخرت مقصود ہو، تو یہ ایمان ضائع اور رائیگاں ہونے والے اعمال میں شامل نہ ہوگا، اور اگر وہ اپنے اس عمل جس پر مطلق نجات موقوف ہے، کے ضیاع کے سبب جہنم میں داخل بھی ہو گیا تو اسے جہنم میں ہمیشہ ہمیش کے لئے داخل ہونے سے مانع ہوگا۔

اور ایمان کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ ایمان جو دخول جہنم سے مانع ہوتا ہے، یہ وہ ایمان ہے جو اس بات پر آمادہ کرے کہ تمام اعمال خالص اللہ کے لئے انجام دیئے جائیں اور ان سے اللہ کی رضا اور ثواب ہی مقصود ہو، اور دوسرا وہ ایمان جو جہنم میں ہمیشگی سے مانع ہوتا ہے، گرچہ کہ ریا کار میں کچھ حصہ پایا جاتا ہے، ورنہ وہ ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم رسید ہو جائے گا۔ چنانچہ آیت کریمہ کا وہی حکم ہے جو اس قسم کی دیگر آیات وعید کا ہے، اور توفیق دہندہ اللہ ہی کی ذات ہے۔

اس قبیل سے اللہ کا ارشاد ہے:

{مَن كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَن كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِن نَّصِيبٍ} (۲)۔

جس کا ارادہ آخرت کی کھیتی کا ہو ہم اسے اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے، اور جو دنیا کی کھیتی کی طلب رکھتا ہو ہم اسے اس میں سے ہی کچھ دے دیں گے اور ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

اسی طرح اللہ کا فرمان ہے:

{مَن كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَن نُّرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَّدْحُورًا)(18 وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُم مَّشْكُورًا)(19} (۳)۔

جس کا ارادہ اس جلدی والی دنیا (فوری فائدہ) کا ہی ہو اسے ہم یہاں جس قدر جس کے لئے چاہیں سردست دیتے ہیں، پھر ہم اس کے لئے جہنم مقرر کر دیتے ہیں جہاں وہ برے حالوں دھتکارا ہوا داخل ہوگا۔ اور جس کا ارادہ آخرت کا ہو اور وہ اس کے لئے کوشاں ہو دراں حالیکہ وہ مومن ہو، تو ایسے ہی لوگوں کی کوششیں قابل قدر ہوں گی۔

قرآن میں یہ تین جگہیں ہیں جو ایک دوسرے کے مشابہ ہیں، باہم تصدیق کرتی ہیں اور یکساں معنیٰ پر دلالت کرتی ہیں، اور وہ یہ ہے کہ جس کا مقصود دنیا ہو اور وہ اس کے لئے غایت درجہ محنت کرے تو اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا، اور جس کا مقصود آخرت ہو اور وہ اسی کے لئے جدوجہد کرے، تو وہ آخرت کا مستحق ہوگا۔

باقی یہ مسئلہ رہ جاتا ہے کہ جو دنیا وآخرت دونوں چاہے اس کا کیا حکم ہے؟ چونکہ یہ دونوں ارادوں کے حکم میں داخل ہے، لہٰذا اسے کس میں شامل کیا جائے گا؟ کہا جائے گا کہ یہاں اشکال پیدا ہوتا ہے وہ اس طرح سے کہ بعض مفسرین نے اس سے یہ سمجھا ہے کہ آیت کریمہ کافر کے حق میں ہے، کیونکہ کافر ہی آخرت کو چھوڑ کر صرف دنیا چاہتا ہے، لیکن یہ طرداً یا عکساً کسی بھی طرح لازم نہیں ہے، بلکہ ہوسکتا ہے کہ کوئی کافر آخرت چاہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کوئی مسلمان صرف دنیا ہی چاہے، اور اللہ نے سعادت مندی کا دارومدار آخرت کی چاہت کو، اور شقاوت و بدبختی کا دارومدار دنیا کی چاہت کو قرار دیا ہے، لہٰذا جب دونوں ارادے خالی (علیحدہ) ہوں گے تو اس کا موجب وتقاضا بھی الگ ہوگا، اور جب دونوں ارادے جمع ہو جائیں گے، تو دونوں کے جمع ہونے کا حکم بندے کے اندر نیکی و بدی، اطاعت و معصیت اور ایمان و شرک جمع ہونے کا ہوگا، اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے بعد دنیا کی سب سے بہتر مخلوق سے فرمایا:

{مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ} (۴)۔

تم میں سے کچھ لوگ دنیا چاہتے ہیں اور کچھ لوگ آخرت چاہتے ہیں۔

یہ خطاب ان لوگوں کو ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ میں شریک تھے، اور ان میں کوئی منافق نہ تھا، اسی لئے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

"ما شعرت أن أحداً صحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يريد الدنيا حتى كان يوم أحد ونزلت هذه الآية"، یعنی میں نہیں جانتا کہ صحابۂ کرام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رضی اللہ عنہم میں سے کوئی دنیا چاہتا تھا، اور اسی ماحول میں جنگ احد پیش آئی اور اس آیت کا نزول ہوا۔

اس آیت کریمہ سے وہ لوگ مقصود ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طے کردہ مرکز کو چھوڑ دیا تھا، حالانکہ وہ سچے مسلمان تھے، لیکن یہ ہنگامی ارادہ تھا جس نے انہیں مرکز چھوڑ کر مال غنیمت سمیٹنے پر آمادہ کر دیا تھا، برخلاف اس کے جس کے عمل کا مقصد ہی دنیا اور اس کے ساز وسامان کا حصول ہوا کرتا ہے، لہٰذا اس ارادہ کا ایک الگ رخ ہے اور ان لوگوں کے ارادہ کی نوعیت الگ ہے۔۔۔" (۵)۔

☆ امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ سے جب مذکورہ آیت

کریمہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا:

''اس سلسلہ میں سلف سے لوگوں کے وہ بہت سے افعال منقول ہیں جو آج کل لوگ کیا کرتے ہیں' اور اس کا معنیٰ نہیں جانتے:

پہلی قسم: اعمال صالحہ جنہیں لوگ اللہ کی رضا کے لئے انجام دیتے ہیں' جیسے صدقہ، نماز، صلہ رحمی، حسن سلوک' ترک ظلم وغیرہ' انسان انہیں خالص اللہ کے لئے کرتا یا چھوڑتا ہے لیکن آخرت میں اس کا ثواب نہیں چاہتا' بلکہ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالی اس کے بدلہ اس کے مال کی حفاظت کرے' اس میں اضافہ کرے' یا اس کے اہل وعیال کی حفاظت کرے' یا اسے اپنی پیہم نعمتیں عطا کرتا رہے' اسے جنت کے حصول اور جہنم سے بچنے کی فکر نہیں ہوتی، تو ایسے شخص کے عمل کا ثواب دنیا ہی میں دے دیا جائے گا' آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ یہ قسم عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ذکر کی ہے۔

دوسری قسم: یہ پہلی قسم سے زیادہ بڑی اور خطرناک ہے، یہ وہ ہے جو مجاہد رحمہ اللہ نے آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اُسی بارے میں نازل ہوئی ہے' اور وہ یہ ہے کہ انسان اعمال صالحہ انجام دے اور اس کی نیت آخرت کے ثواب کا حصول نہیں بلکہ لوگوں کو دکھانا مقصود ہو۔

تیسری قسم: یہ کہ اعمال صالحہ کی انجام دہی سے اس کا مقصود مال کا حصول ہو' مثلاً حج کرے اللہ کے لئے نہیں' بلکہ مال کمانے کے لئے' یا ہجرت کرے دنیا کمانے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لئے' یا جہاد کرے مال غنیمت کے حصول کے لئے۔ آیت کریمہ کی تفسیر میں یہ قسم بھی ذکر کی گئی ہے۔

اسی قبیل سے یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے گھر کا مدرسہ ہونے' یا ان کی کمائی یا ریاست کے سبب علم حاصل کرے' یا مسجد کی سروس کے حصول کے لئے قرآن سیکھے یا نمازوں کی پابندی کرے' وغیرہ ،اور یہ چیز بکثرت واقع ہے۔

چوتھی قسم: یہ کہ آدمی خالص اللہ وحدہ لاشریک کی رضا جوئی کے لئے نیک کام کرے' لیکن ساتھ ہی وہ کوئی ایسا کوئی کفریہ عمل بھی کر رہا ہو جس سے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائے، جیسے یہود ونصاریٰ وغیرہ کا اللہ کی رضا اور دار آخرت کے حصول کے لئے اللہ کی عبادت کرنا' یا صدقہ دینا یا روزہ رکھنا وغیرہ۔

اسی قبیل سے اس امت کے وہ بہت سے لوگ ہیں جو کفر یا اسلام سے بالکلیہ خارج کر دینے والے شرک اکبر میں ملوث ہیں' اور دار آخرت میں اللہ کے ثواب کے حصول کے لئے خالص اللہ کی اطاعت کرتے ہیں' لیکن چونکہ ایسے اعمال میں ملوث ہیں جو اسلام سے خارج کرنے والے اور ان کے اعمال کی قبولیت سے مانع ہیں۔ آیت کریمہ کے ضمن میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے یہ قسم بھی ذکر کی گئی ہے' اور سلف صالحین اس قسم سے بہت ڈرتے تھے''۔ بات ختم ہوئی (٦)۔

☆ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ مذکورہ آیت کریمہ کا معنیٰ بتاتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''شرک کی دو قسمیں ہیں: اکبر اور اصغر، اور یہ عمل کبھی شرک اکبر میں داخل ہوتا اور کبھی شرک اصغر میں۔ چنانچہ اگر اسلام لانے اور دین میں داخل ہونے سے اس کا مقصد دنیا ہو' تو یہ شرک اکبر ہے' جیسا کہ منافقین کا شیوہ ہے' اور ایسے لوگ جہنم کی سب سے نچلی تہ میں ہوں گے۔ اور کبھی شرک اصغر ہوتا ہے جیسے کسی کی تلاوت قرآن یا امر ونہی کا مقصود ریا کاری ہو' یا مال غنیمت کے لئے جہاد کرے' حالانکہ وہ مومن مسلمان ہو' اور اس کے باوجود یہ چیزیں پیش آئیں۔ اور آیت

کریمہ ان کفار کے بارے میں ہے جو منافقین کی طرح حصول دنیا کے لئے اللہ کی عبادت کریں۔لیکن آیت کا عموم اس بات کا متقاضی ہے کہ انسان اپنے عمل سے دنیا کا ارادہ نہ کرے' خواہ چند امور ہی میں کیوں نہ ہو"(۷)۔

☆ اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرئ مانوى، فمن كانت هجرته إلى الله ورسوله فهجرته إلى الله ورسوله، ومن كانت هجرته لدنيا يصيبها أو امرأة ينكحها فهجرته إلى ماهاجر إليه" رواه البخاري ومسلم وغيرهما۔

اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی ہے، لہٰذا جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے' اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ہی کے لئے مانی جائے گی' اور جس کی ہجرت حصول دنیا کے لئے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لئے ہے' تو اس کی ہجرت اسی کام کے لئے مانی جائے گی جس کے لئے اس نے ہجرت کی ہے۔

اسے امام بخاری و مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

☆ امام ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "نبی کریم ﷺ نے ذکر فرمایا کہ تمام اعمال کا مدار نیتوں پر ہے اور یہ کہ عمل کرنے والے کو اپنے عمل پر نیت کے مطابق ہی اچھا یا برا بدلہ ملے گا، یہ دونوں باتیں نہایت جامع اور قاعدۂ کلیہ ہیں' جن سے کوئی چیز خارج نہیں ہوسکتی، اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے ایک مثال دی جس میں اعمال کی شکلیں تو یکساں ہیں' لیکن نیتوں کے اختلاف کی بنیاد پر ان کی اچھائی و برائی مختلف ہے' گویا کہ نبی کریم ﷺ یہ فرمایا ہے: کہ تمام اعمال اسی مثال کے تحت ہیں"(۸)۔

☆ امام شافعی رحمہ اللہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: "یہ حدیث ایک تہائی علم ہے اور فقہ کے ستر ابواب میں شامل ہے"۔

☆ امام عبدالرحمن بن مہدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ حدیث ارادوں اور نیتوں کے تیس ابواب میں داخل ہے"۔

اور میں نے شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: یہ حدیث آدھا دین ہے' کیونکہ پورا دین دل کے اعمال اور اعضاء و جوارح کے اعمال پر منحصر ہے' اور یہ حدیث دل کے اعمال کو محیط ہے۔

☆ فائدہ:

کسی دنیوی مصلحت کے لئے ہجرت کرنا یا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا' جائز عمل ہے' بلکہ اگر اس سے اللہ کی اطاعت پر مدد ملے تو مستحب بھی ہے۔ دراصل ممنوع اور مذموم یہ ہے کہ کوئی شخص یہ ظاہر کرے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہجرت کر رہا ہے' حالانکہ بباطن اس کا ارادہ دنیوی مصلحتوں کا حصول ہو۔

☆ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "تعس عبد الدينار، تعس عبد الدرهم، تعس عبد الخميصة، تعس عبد الخميلة، إن أعطي رضي، وإن لم يعط سخط، تعس وانتكس، وإذا شيك فلا انتقش، طوبى لعبد آخذ بعنان فرسه في سبيل الله، أشعث رأسه، مغبرة قدماه، إن كان في الحراسة كان في الحراسة، وإن كان في الساقة كان في الساقة، وإن استأذن لم يؤذن له، وإن شفع لم يشفع" رواه البخاری۔

تباہ ہے دینار کا بندہ، تباہ ہے درہم کا بندہ، تباہ ہے کمبل کا بندہ، تباہ ہے فرش کا بندہ، اگر دیا جائے تو خوش ہو ورنہ ناخوش، ضائع و

برباد ہو، اگر کانٹا چبھ جائے تو اسے کوئی نکالنے والا نہ ملے، مبارک ہے وہ بندہ جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے رہے' اس کے سر کے بال پراگندہ' اور قدم غبار آلود ہوں' اگر اسے پہرہ داری میں لگا دیا جائے تو پہرہ داری میں لگا رہے' اور اگر لشکر پیچھے دیکھ ریکھ میں لگا دیا جائے تو اسے بحسن وخوبی نبھائے' حالانکہ وہ ایسا ہے کہ اگر اجازت مانگے تو اجازت نہ ملے اور اگر سفارش کرے تو سفارش قبول نہ ہو۔ اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

تعس: یعنی گرا اور ہلاک ہوا۔

انتکس: یعنی چہرہ کے بل گرا۔

شیک: یعنی کانٹا چبھا۔

انتقش: یعنی کانٹا نکالا۔

الخمیصة: یعنی ایک قسم کا کپڑا (مراد چادر یا کمبل ہے)۔

الخمیلة: یعنی ایک قسم کا فرش یا بچھونا۔

☆ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نبی کریم ﷺ نے اسے دینار کا بندہ، درہم کا بندہ، کمبل کا بندہ اور فرش کا بندہ کہا ہے، اور کچھ ایسا بھی کہا ہے جس میں خبر بھی ہے اور بددعا بھی، جیسے ''تعس وانتکس، وإذا شیک فلا انتقش'' (ضائع وبرباد ہو، سرنگوں ہو، اگر کانٹا چبھ جائے تو اسے کوئی نکالنے والا نہ ملے) یہ اس شخص کی حالت ہوتی جو کسی برائی میں مبتلا ہو' نہ اس سے نکل پائے نہ کامیاب ہو' کیونکہ وہ برباد اور سرنگوں ہو چکا ہے' چنانچہ اسے نہ اپنا مقصود حاصل ہوتا ہے اور نہ ہی پریشانی سے بچ پاتا ہے، مال کے پجاریوں کی یہی حالت ہوتی ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''إن أعطي رضي، وإن لم یعط سخط'' (یعنی اگر دیا جائے تو خوش رہے ورنہ ناخوش)، چنانچہ ان کی خوشی وناراضگی سب غیر اللہ کے لئے ہوا کرتی ہے، اور یہی حالت اس شخص کی ہوتی ہے جو کسی سرداری یا منصب وغیرہ جیسے خواہشات نفس سے وابستہ ہو جائے، کہ اگر اسے مل جائے تو خوش رہے اور اگر نہ ملے تو ناراض وغضبناک ہو جائے، تو ایسا شخص اپنی خواہش نفس کا بندہ اور اس کا غلام ہے' کیونکہ غلامی اور بندگی درحقیقت دل کی غلامی اور بندگی کا نام ہے' لہٰذا جسے اس کا دل غلام اور بندہ بنا لے درا صل وہ اسی کا بندہ ہو جاتا ہے۔۔۔''(۹)۔

امام ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نبی کریم ﷺ کے قول ''دینار کا بندہ'' کا معنیٰ ہے اس کا طالب' اسے جمع کرنے کا حریص اور اس کی حفاظت کرنے والا' گویا وہ اس کا خادم اور غلام ہو، امام طیبی فرماتے ہیں: کہا گیا ہے کہ خصوصیت کے ساتھ بندگی کا تذکرہ اس لئے کیا گیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ وہ شخص دنیا اور دنیوی خواہشات میں پوری طرح ڈوب گیا ہے جیسے ایک قیدی کو چھٹکارے کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی، ''دینار کا مالک یا جمع کرنے والا'' نہیں کہا گیا کیونکہ ملکیت اور جمع کرنا اس وقت مذموم ہوتا ہے جب ضرورت سے زائد ہو۔

اور آپ کے قول ''اگر دیا جائے تو خوش۔۔۔'' سے اس کی شدید حرص وہوس کا پتہ چلتا ہے، اور دوسرے لوگوں نے کہا ہے کہ اللہ کے نبی نے مال سے شدید محبت اور حرص کی بنا پر اسے اس کا بندہ قرار دیا ہے، لہٰذا جو اپنی خواہشات کا بندہ ہو جائے تو اس پر فرمان باری {إیاک نعبد} صادق نہیں آئے گا، اور ایسا شخص صدیق نہ کہلائے گا''(۱۰)۔

☆ اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''من تعلم علماً مما یبتغی به وجه الله تعالی لا یتعلمه إلا لیصیب به عرضاً من الدنیا، لم یجد عرف الجنة یوم القیامة'' رواه الإمام أحمد وأبو داود، وابن ماجه، وابن

حبان في صحيحه [11]۔

جو کوئی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر حاصل کیا جانے والا علم محض کسی دنیوی ساز وسامان کے حصول کے لئے سیکھے وہ قیامت کے روز جنت کی خوشبو تک نہ پائے گا۔

اسے امام احمد، ابوداود، ابن ماجہ نے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

☆ نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

"کن في الدنیا کأنک غریب أو عابر سبیل" رواہ البخاري۔

دنیا میں ایسے رہو گویا تم اجنبی یا مسافر ہو۔ اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

☆ نیز آپ نے فرمایا:

"من أصبح منکم آمناً في سربه معافیً في بدنه، عنده قوت یومه فکأنما حیزت له الدنیا بحذافیرها"۔ رواہ الترمذي وابن ماجه وابن حبان [12]۔

تم میں سے جو اپنے اہل وعیال میں امن وسکون سے اور اپنے جسمانی عافیت سے صبح کرے، اس کے پاس دن بھر کا کھانا ہو، تو گویا دنیا کی ساری دولت اسے سمیٹ کر دیدی گی۔

اسے امام ترمذی ابن ماجہ اور ابن حبان نے روایت کیا ہے۔

ریا ونمود اور جاہ وشہرت اور سرداری سے تنبیہ، جو دنیا کی چاہت کے قبیل سے ہیں، کے سلسلہ میں چند حدیثیں گزر چکی ہیں، ہم اللہ سے سلامتی اور عافیت کے خواستگار ہیں۔

☆ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "دنیا کی مشغولیتوں سے بچو، کیونکہ دنیا کی مشغولیتیں بہت زیادہ ہیں، آدمی دنیا کی مشغولیت کا ایک بھی دروازہ کھولے گا، تو اس سے دسیوں دروازے کھل جائیں گے" [13]۔

☆ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "بندہ کو دنیا میں جو بھی نصیبہ ملتا ہے وہ اللہ کے یہاں اس کے درجات میں کمی کر دیتا ہے، اگرچہ وہ اللہ کو محبوب ہی کیوں نہ ہو" [14]۔

☆ سعید بن المسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "دنیا بہت گھٹیا چیز ہے اور گھٹیا چیز کی طرف مائل ہوتی ہے" [15]۔

☆ سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جو دنیا سے خوش ہوگا اس کے دل سے اللہ کا خوف سلب کر لیا جائے گا" [16]۔

☆ سفیان ثوری رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: "بدترین خواہش یہ ہے کہ تم اخروی عمل سے دنیا طلب کرو" [17]۔

☆ احمد بن ابوالحواری فرماتے ہیں: "جو دنیا کو چاہت و محبت کی نگاہ سے دیکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل سے زہد ویقین کا نور چھین لے گا" [18]۔

☆ بشر بن الحارث فرماتے ہیں: "جو اللہ سے دنیا کا سوال کرتا ہے، تو سمجھو کہ وہ اللہ کے سامنے لمبے وقفے تک کھڑا ہونے (محاسبہ) کا سوال کرتا ہے" [19]۔

☆ اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: تم دنیا کے لئے عمل کرتے ہو حالانکہ عمل کئے بغیر بھی اللہ کی طرف سے روزی ملتی ہے، اور آخرت کے لئے عمل نہیں کرتے ہو حالانکہ بلا عمل تمہیں آخرت میں روزی مل ہی نہیں سکتی۔

اے علماء سوء! تمہاری بربادی ہو؟ اجر وثواب لیتے ہو اور عمل ضائع کر دیتے ہو! بہت جلد عمل کا رب اپنا عمل مانگے گا، اور بہت جلد وسیع وعریض دنیا سے نکل کر تنگ وتاریک قبر میں ڈال دیئے جاؤ گے۔

وہ اہل علم میں سے کیسے ہو سکتا ہے جو اللہ کے قضا وفیصلہ میں

اسے متہم کرے اور کسی چیز سے راضی نہ ہو۔

وہ علماء میں سے کیسے ہوسکتا ہے جس کی دنیا کو اس کی آخرت پر ترجیح حاصل ہو اور اس کی افضل ترین خواہش اس کی دنیا ہو۔

وہ علماء میں سے کیسے ہوسکتا ہے جو خبر دینے کے لئے کلام طلب کرے اس پر عمل کرنے کے لئے نہیں،، (۲۰)۔

اخروی عمل سے دنیا طلبی کی چند صورتیں اور مثالیں:

اخروی عمل سے دنیا طلبی کی مثالیں مختلف اور بکثرت ہے، اس میں سے سابقہ ذکر کردہ مثالوں کے علاوہ چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

۱- مسجد میں نماز باجماعت کی پابندی کرے تا کہ اس کی شہادت دی جائے، چرچا ہو اور حلقہ اصحاب وسیع ہو۔

۲- تہجد گزاری کرے تا کہ خانہ واہل خانہ کی نگہداشت ہو اور اس سے چہرہ روشن ہو۔

۳- روزہ اس نیت سے رکھے کہ روزہ کے مادی فوائد حاصل ہوں، یا اس لئے کہ تا کہ بار بار کھانا پکانے کی زحمت نہ ہو یا تا کہ اپنے کاموں کے لئے وقت فراہم ہو سکے۔

۴- سائل کو اس نیت سے صدقہ دے کہ تا کہ بار بار اصرار کرنے اور خلل انداز ہونے کا سلسلہ بند ہو۔

۵- مسجد میں اس نیت سے اعتکاف کرے کہ تا کہ رہائش کا کرایہ بچے۔

۶- حج اس نیت سے کرے کہ سفر کی حرکت سے اس کا مزاج درست ہو یا اپنے ملک میں درپیش کسی شر سے نجات پائے، یا دشمن سے فرار حاصل ہو یا کسی مشغولیت سے آرام پا سکے۔

۷- کسی مریض کی عیادت اس نیت سے کرے کہ جب وہ مریض ہو تو اس کی بھی عیادت کی جائے۔

۸- جنازہ میں اس نیت سے شریک ہو کہ اس کے گھر والوں کے جنازوں میں شرکت کی جائے۔

۹- علم اس نیت سے حاصل کرے کہ اسے ضرورت بھر کا مال بآسانی حاصل ہو یا اپنے کنبے قبیلہ میں محبوب سمجھا جائے، یا اس لئے تا کہ علم کے اعتزاز میں اس کا مال و جائداد محفوظ ہو لوگ اس کی لالچ نہ کریں۔

۱۰- شرعی کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اس لئے علم حاصل کرے تا کہ دنیا میں اس کا مقام و مرتبہ بلند ہو۔

۱۱- دروس و محاضرات، اور دور دراز کا سفر کر کے خواہ معاوضہ لیکر ہو یا نمائندگی کے طور پر دعوت الی اللہ کا جذبہ ظاہر کرنا، تا کہ اس کے شاگردان اور جاننے پہچاننے والوں کی کثرت ہو۔ ہم اللہ سے سلامتی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

۱۲- علماء کی خدمت میں اس لئے مشغول رہے تا کہ ان کی اور لوگوں کی نگاہوں میں محبوب ہو۔

۱۳- درس وتدریس اور وعظ ونصیحت کا کام کرے تا کہ خاموشی کے عذاب سے نجات پائے، اور گفتگو، شہرت اور جی حضوری کی لذت سے لطف اندوز ہو۔

۱۴- اللہ کی عبادت اس نیت سے کرے کہ اللہ تعالی اسے مخلوق کی اس سے محبت کا صلہ عطا فرمائے۔

۱۵- اللہ کی عبادت اس نیت سے کرے کہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں، تا کہ خیر سے اس کا ذکر ہو اور نیکی وقار کی نگاہ سے دیکھا جائے (۲۱)۔

۱۶- دینی مناصب جیسے قضاء، امامت، خطابت وغیرہ پر فائز شخص دنیوی ترقی اور مالی فوائد کی لالچ کرے، اس کے حصول پر اصرار کرے، اور اسی بنیاد پر خوش و ناخوش ہو۔

☆ شیخ محمد العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اگر انسان کو اس

کی تدریس، امامت، اذان، یا مسجد کی دیکھ بھال وغیرہ پر بیت المال سے کچھ دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں' البتہ نامناسب یہ ہے کہ اس کا تقاضہ یا مطالبہ یا اضافہ کی درخواست کی جائے، بلکہ یہ حرام کے قریب قریب ہے' کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کے اس قول میں داخل ہے جو آپ نے عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

"ما جاءک من هذا المال وأنت غير مشرف ولا سائل فخذه، وما لا فلا تتبعه نفسک"۔

اس میں سے جو مال بلا لالچ و چاہت اور بلا مانگے تمہارے پاس آجائے اسے لے لو ورنہ اس کے پیچھے نہ پڑو۔

لہٰذا آپ بہرحال اس میں داخل ہوں' اور جو ملے اسے لیں' اس میں کوئی حرج نہیں' لیکن زیادہ تنخواہ وغیرہ کا مطالبہ نہ کریں، اور اگر مسابقہ کے طور پر کوئی وظیفہ (سروس) پیش کی جائے تو اس میں شریک ہونے میں بھی کوئی حرج نہیں' کیونکہ یہ مزید طلبی کے قبیل سے نہیں ہے۔

اسی طرح اگر آپ سے اپنی خدمات لکھنے کے لئے کہا جائے' اس غرض سے کہ تاکہ معلوم ہو کہ آپ ترقی کے مستحق ہیں یا نہیں؟ تو اس کے لکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں' کیونکہ یہ آپ کا مطالبہ نہیں ہے' ورنہ تقویٰ اور بہتر تو یہی ہے کہ آپ ترقی کا بھی مطالبہ نہ کریں"۔(۲۲)۔

۱۷- یہ کہ عبادت اللہ کی کرے' اور اپنی نیکی پوشیدہ رکھے' بایں طور کہ کسی کو بتانا نہ چاہے' نہ ہی اپنی نیکی کے ظاہر ہونے سے خوش ہو' لیکن اس کے باوجود جب لوگوں کو دیکھے تو اس کی خواہش ہو کہ لوگ بڑھ کر اس سے سلام کریں' بشاشت اور احترام سے ملیں اور اس کی تعریف کریں' اس کی ضروریات کی تکمیل کے لئے دوڑ پڑیں' خرید و فروخت میں اس سے نرمی کا معاملہ کریں' اور اس کے لئے جگہ فراہم کریں' اور اگر کوئی اس میں کوتاہی کرے تو اس کے دل پر گراں گزرے' اور اپنے جی میں اس کی طرف سے دوری محسوس کرے' گویا یہ شخص اپنی اس پوشیدہ نیکی کے عوض احترام کا خواہاں ہے' حالانکہ وہ اس سے واقف بھی نہیں ہے، اور اگر اس نے پہلے نیکی نہ کی ہوتی تو اپنی ذات کے بابت لوگوں کی کوتاہی کو دوری نہ سمجھتا"۔(۲۳)۔

۱۸- کسی چیز کی خواہش میں اللہ کی عبادت کرے' جیسے بعض غیبی امور کی اطلاع کی لالچ یا چند کرامتوں کا حصول یا انوکھے علوم کی معرفت وغیرہ' یہ سوچتے ہوئے کہ یہ تمام چیزیں ولایت کے اسباب اور صالحین کی کرامتوں کے قبیل سے ہیں اور ایک خاص علم ہے۔

بتایا جاتا ہے کہ کسی نے یہ اثر سنا: "من أخلص لله أربعين صباحاً ظهرت ينابيع الحكمة من قلبه على لسانه" کہ جو چالیس دنوں تک اللہ کے لئے اخلاص اختیار کرے گا حکمت کے چشمے اس کے دل سے نکل کر اس کی زبان پر بہہ پڑیں گے، تو اس نے اسے آزمایا تاکہ اسے حکمت حاصل ہو جائے' لیکن اس کے لئے حکمت کا دروازہ نہیں کھولا گیا، جب بعض فضلاء کو اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے کہا: "هذا أخلص للحكمة ولم يخلص لله" (۲۴) کہ اس نے حکمت کے لئے اخلاص اپنایا تھا' اللہ کے لئے نہیں۔

☆ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "کیونکہ انسان کا مقصد کبھی علم و حکمت کا حصول' یا مکاشفہ اور تاثیر کا حصول' یا لوگوں سے اپنی تعظیم اور مدح و ستائش کا حصول وغیرہ ہوا کرتا ہے' اور وہ جانتا ہے کہ یہ چیزیں اسے اخلاص باری اور رضائے الٰہی کی بنیاد پر حاصل ہو سکتی ہیں' تو اب جب اس کی نیت یہ ہوگی

کہ وہ اسے اللہ کے لئے اخلاص اوراس کی رضا جوئی کے ذریعہ حاصل کرے، تو یہ چیز تناقض کا باعث ہوگی' کیونکہ اگر کوئی کسی چیز کو غیر اللہ کے لئے چاہتا ہے' تو دوسری چیز ہی مراد و مقصود ہوتی ہے۔ پہلی چیز محض ایک وسیلہ اور ذریعہ کے طور پر مقصود ہوتی ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص عالم یا عارف' یا صاحب حکمت' یا صاحب مکاشفہ و تصرف وغیرہ بننے کے لئے اللہ کے لئے اخلاص اپنائے تو ایسی صورت میں وہ اللہ کا چاہنے والا نہیں' بلکہ اپنی اس حقیر مطلوب کے حصول کے لئے اللہ کو وسیلہ وذریعہ بنانے والا قرار پائے گا''۔(۲۵)

اس قسم کے ارادوں کی مثالیں بکثرت' متنوع اور بے شمار ہیں' یہاں محض رُخ الٰہی اور دار آخرت کی چاہت سے ٹکرانے والے ہر دنیوی مطلوب سے تنبیہ کرنا مقصود ہے۔

۱۹- یہ کہ جن لوگوں کے ساتھ احسان یا بھلائی کرے ان سے دعاء کی درخواست کرے۔

☆ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''دعا کی درخواست بھی بدلہ کی چاہت ہے، اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کی مدح وثنا فرمائی اُن کے سلسلہ میں فرمایا:

{ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللهِ لَا نُرِيْدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُوراً} (۲۶)۔

بیشک ہمیں تمہیں اللہ کی رضا کے لئے کھلاتے ہیں' ہم تم سے کوئی بدلہ یا شکریہ نہیں چاہتے۔

اور دعا کی درخواست جزا ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے:

''من أسدىٰ إليكم معروفاً فكافئوه، فإن لم تجدوا ما تكافئونه به فادعوا له حتى تعلموا أن قد كافأتموه''۔

جو تمہارے ساتھ کوئی بھلائی کرے' اسے اس کا بدلہ چکا دو' اگر تمہارے لئے چکانا ممکن نہ ہو تو اس کے لئے اتنی دعا کرو کہ تمہیں یقین ہوجائے کہ تم نے اس کا حق چکا دیا ہے۔

اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا جب کسی کے پاس کوئی صدقہ بھیجا کرتی تھیں تو قاصد سے کہتی تھیں کہ ذرا غور سے سننا کہ وہ ہمارے لئے کیا دعا کر رہے ہیں' تاکہ ہم بھی ان کے لئے وہی دعا کرسکیں' اور ہمارا اجر وثواب اللہ کے پاس محفوظ رہے۔

اور بعض سلف کہتے ہیں کہ: جب سائل تم سے کہے: بارک اللہ فیک (اللہ تمہیں برکت دے) تو تم بھی اس کے جواب میں کہو: وفیک بارک اللہ، (یعنی اللہ تمہیں بھی برکت دے) کیونکہ جو بھی شخص کسی مخلوق کے ساتھ کوئی نیکی کرے' خواہ وہ مخلوق نبی ہو' یا نیک انسان' یا کوئی بادشاہ یا مالدار' وہ نیک کار اس بات کا مکلف ہے کہ وہ نیکی خالص اللہ کی رضا کے لئے کرے' اس کے ذریعہ مخلوق سے کسی جزا اور دعا وغیرہ کا طالب نہ ہو' نبی سے' نہ صالح انسان سے' نہ ہی فرشتوں سے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں کو خالص اپنی ہی عبادت کا حکم دیا ہے''۔(۲۷)

ایک اہم مسئلہ:

دنیا طلبی کی غرض سے کی گئی عبادت کا کیا حکم ہے؟

☆ امام حطاب مالکی رحمہ اللہ قرطبی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''درحقیقت اپنی عبادت میں مخلص وہ ہے جو عبادت کو شرک اور ریاکاری کی آلائشوں سے پاک کرے' اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب اس عبادت کی انجام دہی کا محرک قربت الٰہی اور اس کی نعمتوں کا حصول ہو۔ لیکن اگر اس کا باعث اس کے علاوہ کوئی دنیوی غرض ہو' تو وہ عبادت نہیں' بلکہ اس عابد کو ہلاک کرنے والی مصیبت ہوگی''۔(۲۸)

☆ امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اگر یہ کہا جائے کہ

اس سے واضح ہوتا ہے کہ غیر اللہ کے لئے کیا گیا عمل مردود یعنی غیر مقبول ہے' صرف اللہ کے لئے کیا گیا عمل ہی مقبول ہے، تو ایک دوسری قسم باقی رہ جاتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان عمل اللہ کے لئے بھی کرے اور غیر اللہ کے لئے بھی' نہ خالص اللہ کے لئے ہو اور نہ ہی خالص لوگوں کے لئے' تو اس قسم کا کیا حکم ہوگا؟ کیا پورا عمل باطل ہو جائے گا یا غیر اللہ کا حصہ باطل اور اللہ کا حصہ صحیح ہوگا؟

جواب میں یہ کہا جائے گا کہ: اس قسم کے تحت تین قسمیں داخل ہوتی ہیں:

پہلی قسم: یہ ہے کہ عمل کا اولین محرک تو اخلاص ہو لیکن پھر درمیان میں ریا کاری اور غیر اللہ کا ارادہ شامل ہو جائے' ایسی صورت میں پہلے محرک ہی کا اعتبار کیا جائے گا جب تک کہ غیر اللہ کے پختہ ارادہ سے اسے باطل نہ کر دے' کہ اُس صورت میں اس کا حکم ایسے ہی ہوگا کہ جیسے اس نے عبادت کے دوران نیت توڑ دی ہو اور اسے فسخ کر دیا ہو' گو یا یہ نیت کر لیا ہو کہ اب وہ عبادت کے حکم میں نہیں ہے۔

دوسری قسم: اس کے برعکس ہے' یعنی آغاز سے اس کی نیت غیر اللہ کے لئے ہو' پھر درمیان میں اللہ کے لئے ہو جائے، ایسی صورت میں اس کا ابتدائی (غیر اللہ کے لئے کیا گیا) عمل شمار نہیں ہوگا' بلکہ جہاں سے اس کی نیت خالص ہوئی ہے وہاں سے شمار ہوگا۔ اب اگر عبادت ایسی ہو کہ اس کے آخر کی درستگی آغاز کی درستگی پر موقوف ہو' جیسے نماز' تو اس پر اس کا اعادہ ضروری ہے' اور اگر ایسا نہیں ہے تو اعادہ واجب نہیں' جیسے کسی نے غیر اللہ کے لئے احرام باندھا ہو' پھر وقوف وطواف کے وقت اس کی نیت بدل کر اللہ کے لئے ہو جائے۔

تیسری قسم: یہ ہے کہ عبادت کا آغاز ہی اللہ اور لوگوں کو خوش کرنے کی نیت سے کرے، اس کا مقصد یہ ہو کہ فرض بھی ادا ہو جائے اور لوگوں کی طرف سے واہ واہی اور قدر دانی بھی مل جائے! اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی اجرت کے عوض نماز پڑھتا ہو' چنانچہ اگر اسے اجرت نہ بھی ملے تو وہ نماز پڑھے گا' لیکن وہ اللہ اور اجرت دونوں کے لئے نماز پڑھ رہا ہے، اسی طرح کوئی حج کرے تا کہ اس سے فرض بھی ساقط ہو جائے اور وہ حاجی بھی کہلائے، یا اسی طرح زکاۃ دے وغیرہ' تو ایسا شخص کا عمل غیر مقبول ہے۔

اور اگر فرض ساقط ہونے کے لئے نیت شرط ہو تو اسے دہرانا واجب ہوگا' کیونکہ حقیقی اخلاص' جو عمل کی صحت اور اس پر ثواب ملنے کے لئے شرط ہے' مفقود ہے' اور جو حکم کسی شرط پر موقوف ہو' اگر شرط مفقود ہوگی تو وہ بھی معدوم ہوگا، اس لئے کہ اخلاص یہ ہے کہ اطاعت کو معبود حقیقی کے لئے خالص کر لیا جائے، اور انسان کو اسی بات کا حکم دیا گیا ہے' اور جس بات کا حکم دیا گیا ہے وہی انجام نہیں دیا تو وہ چیز اس کے ذمہ باقی رہ گئی (۲۹)۔

☆ شیخ عبدالرحمن سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''رہا دنیا اور اس کے اغراض ومقاصد کے لئے عمل کرنا' تو اگر بندہ پورا مقصد وہی ہو' وجہ الٰہی اور یوم آخرت سرے سے مقصود نہ ہو' تو ایسے شخص کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے، اور یہ کام اس طرح کسی مومن سے صادر نہیں ہو سکتا' کیونکہ مومن خواہ کتنا ہی ضعیف الایمان کیوں نہ' ہو اس کا ارادہ اللہ اور دار آخرت ضرور ہوا کرتا ہے۔

البتہ جو رضائے الٰہی اور دنیا طلبی دونوں کے لئے عمل کرے' دونوں پہلو برابر سرابر یا قریب قریب ہوں، تو ایسا شخص گرچہ مومن ہے لیکن ایمان' توحید اور اخلاص ہر اعتبار سے ناقص ہے' اور کمال اخلاص کے فقدان کے باعث اس کا عمل بھی ناقص

ہے"۔(۳۰)

☆ شیخ محمد العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اگر بندہ کا مقصد اپنی عبادت سے (اللہ کے سوا) کچھ اور ہو' تو اس میں حسب ذیل تفصیلات ہیں:

پہلی قسم: عبادت سے انسان کا مقصد غیر اللہ کی قربت اور بندوں کی مدح وثناء کا حصول ہو' تو اس سے اس کا عمل ضائع ہوجائے گا' اور یہ شرک کے قبیل سے ہے، صحیح میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"أنا أغنى الشركاء عن الشرك، من عمل عملاً أشرك فيه معي غيري تركته وشركه"۔

میں شرک سے تمام شریکوں سے زیادہ بے نیاز ہوں' جس نے کوئی عمل کیا جس میں میرے علاوہ کسی اور کو شریک کیا تو میں اسے اور اس کے شرک (دونوں) کو ترک کر دیتا ہوں۔

دوسری قسم: عبادت سے اس کا مقصود اللہ کی قربت کے بجائے کسی دنیوی غرض کا حصول ہو جیسے سرداری اور جاہ ومال وغیرہ' تو ایسے شخص کا عمل بھی ضائع ہے' قرب الٰہی کا سبب نہیں ہوسکتا' جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

{ مَن كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لاَ يُبْخَسُونَ) (15 أُولَـئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الآخِرَةِ إِلاَّ النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُواْ فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُواْ يَعْمَلُونَ} (۳۱)۔

جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی زینت پر فریفتہ ہوا چاہتا ہے ہم ایسوں کو ان کے کل اعمال (کا بدلہ) یہیں بھرپور پہنچا دیتے ہیں اور یہاں انہیں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ ہاں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ انہوں نے یہاں کیا ہوگا وہاں سب اکارت ہے اور جو کچھ ان کے اعمال تھے سب برباد ہونے والے ہیں۔

اس اور اس سے پہلے قسم میں فرق یہ ہے کہ پہلے میں مقصود یہ ہے کہ عابد کی حیثیت سے اس کی مدح وثنا کی جائے، جبکہ اس دوسری قسم میں اس کا مقصد عابد کی حیثیت سے تعریف وتوصیف نہیں ہے' بلکہ اسے اس سے کوئی سروکار ہی نہیں۔

تیسری قسم: یہ کہ عبادت سے اس کا مقصد قربت الٰہی اور دنیوی غرض دونوں کا حصول ہو، جیسے وضو سے اللہ کی عبادت اور ساتھ ہی جسم کی صفائی اور چستی بھی مقصود ہو، نماز کا مقصود جسمانی ورزش' روزہ کا مقصود جسم کو ہلکا کرنا اور اس کے فضلات کا ازالہ' اور حج کا مقصود مشاعر اور حجاج کرام کا مشاہدہ ہو، تو یہ چیز اس کے اخلاص کے ثواب کو کم کر دیگی، اور اگر اس پر عبادت کی نیت زیادہ غالب ہوگی تو وہ کمال اجر سے محروم ہوگا' یہ چیز اسے ارتکاب گناہ یا جھوٹ کی طرح مضر نہ ہوگی، جیسا کہ اللہ نے حجاج کے بارے میں فرمایا:

{لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَبْتَغُواْ فَضْلاً مِّن رَّبِّكُمْ} (۳۲) تم پر اپنے رب کا فضل (روزی) تلاش کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔

اور اگر اس پر عبادت کے علاوہ کی نیت زیادہ غالب ہوگی تو آخرت میں کوئی ثواب نہ ملے گا' بلکہ اس کا ثواب وہی ہوگا جو اس نے دنیا میں حاصل کر لیا ہے' اور مجھے اندیشہ ہے وہ گنہ گار بھی ہوگا، کیونکہ اس نے عبادت جیسے اعلیٰ مقصد کو حقیر دنیا کے حصول کا ذریعہ بنالیا ہے، اور اس کی مثال ان جیسی ہے جن کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے:

{وَمِنْهُم مَّن يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُواْ مِنْهَا

رَضُوا وَإِن لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ} (۳۳)۔

ان میں وہ بھی ہیں جو صدقات کی تقسیم کے بارے میں آپ پر عیب لگاتے ہیں، اگر انہیں اس میں سے مل جائے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر نہ ملے تو فوراً ہی منہ بنا لیتے ہیں۔

اور سنن ابوداود میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ایک آدمی جہاد کرنا چاہتا ہے ساتھ ہی اس کا ارادہ حصول دنیا بھی ہے (اس کا کیا حکم ہے)؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا: "لا أجر له" اسے کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ اس نے یہی سوال تین مرتبہ دہرایا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہی کہتے رہے کہ: "لا أجر له" اسے کوئی ثواب نہیں ملے گا۔

اور صحیحین میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ومن كانت هجرته لدنيا يصيبها أو امرأة ينكحها فهجرته إلى ما هاجر إليه"۔

اور جس کی ہجرت حصول دنیا یا کسی عورت سے نکاح کے لئے ہوگی اس کی ہجرت اسی کے لئے مانی جائے گی جس کے لئے اس نے ہجرت کی ہے۔

اور اگر اس کے یہاں دونوں نیتیں متساوی ہوں، نہ عبادت کی نیت غالب ہو اور نہ ہی غیر عبادت کی، تو یہ محل غور ہے، قریب ترین بات یہ ہے کہ اسے اسی طرح کوئی ثواب نہیں ملے گا جیسے اللہ اور غیر اللہ دونوں کے لئے عمل کرنے والے کو نہیں ملتا۔

اس اور اس سے پہلے والی قسم کے درمیان فرق یہ ہے کہ سابقہ قسم میں غیر تعبدی مقصد بدیہی طور پر موجود ہے اس کا ارادہ اس کے عمل سے بداہۃ واضح ہے، گویا عمل کا دنیوی تقاضہ ہی اس کا مقصود ہے۔

اب اگر کوئی پوچھے کہ اس قسم میں تعبد یا غیر تعبد کے غالب مقصود کا کیا پیمانہ ہے؟

تو ہمارا جواب یہ ہوگا کہ پیمانہ یہ ہے کہ اگر اسے تعبد کے علاوہ چیزوں کے حصول و عدم حصول کی کوئی پرواہ نہ ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تعبد کی نیت غالب ہے، اور اگر اس کے برعکس ہے تو غیر تعبد کی نیت غالب ہے"۔ (۳۴)۔

اخروی عمل سے دنیا طلبی کا علاج:

۱- مومن کو جاننا چاہئے کہ اخروی عمل سے دنیا طلبی اخلاص میں نقص، توحید میں خلل ہے اور ایک ایسا شرک ہے جو عمل کے بطلان اور ثواب کے ضیاع کا سبب ہو سکتا ہے، خواہ عمل کتنا ہی عظیم اور اس کے لئے قربانیاں کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہوں۔

۲- بکثرت اہل زہد کی ہم نشینی اختیار کرنا اور قولی و عملی طور پر بڑے بڑے دنیاداروں کے ساتھ کم سے کم بیٹھنا۔

۳- ہمیں جاننا چاہئے کہ دنیا کی چاہت، عارضی ہی سہی 'ناکامی'، فرقہ بندی اور دشمنوں کے مقابل شکست و ریخت کا عظیم سبب ہے، جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو غزوۂ احد میں اس سے دوچار ہونا پڑا، تو بھلا بتایئے کہ اس کا کیا حال ہوگا جس کا اصل مقصود ہی دنیا طلبی ہو گیا ہو! ہم اللہ سے اپنے دلوں اور نیتوں کی اصلاح کی دعا کرتے ہیں۔

۴- اخروی عمل سے دنیا طلبی کی حقیقت کا علم کہ یہ کب حرام ہوتی ہے۔

۵- بکثرت دعاؤں کے ذریعہ اللہ کی پناہ لینا۔

۶- مومن کو جاننا چاہئے کہ اللہ نے اپنے صالح بندوں کے لئے آخرت میں جو عظیم اجر و ثواب اور بے پایاں فضائل تیار

کر رکھا ہے' ان کا مقصود اللہ کے اوامر کی بجا آوری اور نواہی سے اجتناب کے ذریعہ اللہ کی بندگی کا تحقق ہے، یہ فضائل مقصود بالذات کے طور پر نہیں بتائے گئے ہیں' بلکہ اس لئے بتائے گئے ہیں کہ اللہ کا جانتا ہے کہ ان کی طرف طبیعتیں مائل ہوتی ہیں۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ یہ شرعی فضائل بعض نفس پر گراں اعمال کے سلسلہ میں دوسرے اعمال کی بہ نسبت زیادہ ہوتے ہیں (۳۵)۔

۷- اللہ کے لئے خالص قصد وارادہ کرنا اور ہر عبادت میں توحید الٰہی کی حقیقت پیش کرنا' کیونکہ وہی وہ عظیم غایت ہے جس کے لئے اللہ نے مخلوقات کو پیدا کیا ہے' یعنی خالص تنہا اپنی عبادت کے لئے، حتیٰ کہ جنت اور اس کی بیش بہا نعمتیں بھی بندہ کی عبادت کا اصل مقصود نہیں ہیں' بندہ اُسے محض اس لئے چاہتا اور اس کی امید کرتا ہے کیونکہ اللہ نے اسے اپنے صالح بندوں کے اجر وثواب کے لئے ذکر کیا ہے، اسی طرح جہنم - اللہ ہمیں اس سے پناہ دے - سے بھی مومن اس لئے ڈرتا ہے کہ وہ اللہ کے نافرمانوں اور گنہ گاروں کا عذاب وعقاب ہے، جہنم کا خوف بھی مقصود بالذات نہیں ہے۔

۸- ہمیں جاننا چاہئے کہ مومن کو دنیا میں حاصل ہونے والے فضائل اور اجر وثواب کبھی اُن کے لئے آخرت میں اللہ کے تیار کردہ اجر وثواب سے ٹکراتے ہیں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ما من غازية تغزو في سبيل الله، فيصيبون الغنيمة إلا تعجلوا ثلثي أجرهم من الآخرة ويبقى لهم الثلث، فإن لم يصيبوا غنيمة تم لهم أجرهم" رواہ مسلم وغیرہ۔

جو بھی فوج اللہ کی راہ میں جہاد کرتی ہے' اور اسے مال غنیمت حاصل ہوتا ہے' (تو سمجھ لو کہ) اسے آخرت کا دو تہائی اجر دنیا ہی میں مل گیا' اور آخرت میں صرف ایک تہائی باقی رہا، اگر انہیں مال غنیمت نہ ملتا تو مکمل اجر آخرت میں ملتا''۔ اسے امام مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''حدیث کا صحیح معنی جس کے علاوہ دوسرا معنی جائز نہیں' یہ ہے کہ مجاہدین اگر سلامت رہیں گے یا مال غنیمت پائیں گے تو ان کا اجر ان لوگوں سے کم ہوگا جو سلامت نہ رہیں' یا سلامت رہیں اور مال غنیمت نہ پائیں، اور یہ کہ مال غنیمت ان کے اجر جہاد کے ایک جز کے بالمقابل ہے، لہٰذا اگر مال غنیمت حاصل ہو گیا تو جہاد پر طے کردہ اجر کا دو تہائی حصہ مل گیا، اور یہ مال غنیمت مجموعی اجر میں سے ہے۔ یہ معنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی مشہور صحیح احادیث کے موافق ہے، مثلاً: "منا من مات ولم يأكل من أجره شيئاً، ومنا من أينعت له ثمرته فهو يهدبها، أي يجتنيها" (ہم میں سے کچھ لوگ اپنا اجر کھائے بغیر وفات پائے اور کچھ لوگوں کے پھل پک گئے جنہیں وہ توڑ رہے ہیں) لہٰذا یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے وہی درست ہے'' (۳۶)۔

۹- ہمیں جاننا چاہئے کہ دنیا' کتنی ہی بڑی کیوں نہ جائے' حقیر اور معمولی ہے، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے دنیا کی حقارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حدیث میں فرمایا- جیسا کہ گزر چکی ہے-:

"ومن كانت هجرته لدنيا يصيبها أو امرأة ينكحها فهجرته إلى ما هاجر إليه"۔

اور جس کی ہجرت حصول دنیا یا کسی عورت سے نکاح کے لئے ہوگی اس کی ہجرت اسی کے لئے مانی جائے گی جس کے لئے اس نے ہجرت کی ہے۔

نیز آپ نے ارشاد فرمایا:

"لو كانت الدنيا تساوي عند الله جناح بعوضة ما سقى كافر أمنها شربة ماء"، (۳۷)۔

اگر دنیا اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو اس سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیتا۔

۱۰- ہمیں جاننا چاہئے کہ حقیقی مالداری کا معیار بکثرت دنیا کا حصول نہیں' بلکہ دنیا سے نفس کی بے نیازی کے بقدر ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"ليس الغنى عن كثرة العرض، ولكن الغنى غنى النفس" (متفق علیہ)۔

مالداری زیادہ ساز وسامان کی نہیں' بلکہ مالداری دراصل نفس کی مالداری و بے نیازی ہے۔ (متفق علیہ)

۱۱- ہمیں جاننا چاہئے کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگیاں کیسی تھیں (۳۸)۔

۱۲- ہمیں جاننا چاہئے کہ نبی کریم ﷺ نے اس شخص پر ناکامی' محرومی' سستی اور ہر مطلوب کے ضیاع اور ہر ناپسندیدہ امر سے دوچار ہونے کی بددعا فرمائی ہے جو دنیا سے اس قدر وابستہ ہو جائے کہ اسی واسطے خوش وناخوش ہو، جیسا کہ حدیث نبوی "تعس عبد الدینار۔۔۔الخ میں یہ بات گزر چکی ہے۔

۱۳- ہمیں یہ جاننا چاہئے کہ اللہ کے مخلص بندوں کی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ انہیں دنیوی مقام ومرتبہ اور منصب سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔

۱۴- ہمیں جاننا چاہئے کہ بندہ جتنا زیادہ توحید کا تحقق کرے گا اتنا ہی زیادہ شرعی امور کی بجا آوری کی مشقت اس پر آسان ہوگی اور خالق سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت کے سامنے دنیا اس کی نگاہوں میں حقیر اور معمولی نظر آئے گی۔

۱۵- ہمیں جاننا چاہئے کہ بندے سے اللہ کی محبت کے اسباب میں سے ایک عظیم سبب یہ ہے کہ بندہ دنیا میں زاہد ہو، نبی رحمت ﷺ کا ارشاد ہے:

"ازهد في الدنيا يحبك الله، وازهد فيما في أيدي الناس يحبك الناس"، (۳۹) رواه البيهقي والحاكم۔

دنیا سے بے رغبت ہو جاؤ اللہ تم سے محبت کرے گا، اور لوگوں کے مال ومتاع سے بے رغبت ہو جاؤ لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ اسے امام بیہقی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

۱۶- ہمیں جاننا چاہئے کہ دنیا سے وابستگی اور اس میں مشغول ہونا وغیرہ ایسے ہموم وغموم ہیں' جن سے دوچار لوگ ہلاکت کے دہانے پر ہوا کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"من كانت الآخرة همه جعل الله غناه في قلبه، وجمع له شمله، وأتته الدنيا وهي راغمة، ومن كانت الدنيا همه جعل الله فقره بين عينيه، وفرق عليه شمله، ولم يأته من الدنيا إلا ما قدر له" رواه الترمذي (۴۰)۔

جس کی فکر آخرت (پر مرکوز) ہوگی اللہ تعالیٰ اس کی مالداری اس کے دل میں کردے گا، اس کے متفرق امور کو اکٹھا کردے گا، اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آئے گی، اور جس کی فکر دنیا (پر مرکوز) ہوگی اللہ تعالیٰ اس کی فقیری اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان (پیشانی پر) کردے گا، اس کے امور کو منتشر کردے گا اور دنیا سے بھی اسے اتنا ہی ملے گا جتنا اس کے لئے مقدر ہے۔

اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

النار آخر دينار نطقت به والهم آخر هذا الدرهم الجاري
والمرء بينهما ما لم يكن ورعاً معذب بين الهم والنار

جہنم ہی وہ آخری دینار ہے جس کی تم رٹ لگاتے ہو اور ہم وغم اس جاری درہم کا اختتام ہے، اور آدمی جب تک دنیا سے بے رغبت نہ جائے ہم وغم اور جہنم کے مابین عذاب سے دوچار ہوتا رہتا ہے۔

حواشی:

(۱) سورۃ ھود، ۱۵، ۱۶۔

(۲) سورۃ الشوریٰ: ۲۰۔

(۳) سورۃ الإسراء: ۱۸، ۱۹۔

(۴) سورۃ آل عمران: ۱۵۲۔

(۵) عدۃ الصابرین، ص (۱۶۷-۱۶۸)۔

(۶) مصدر سابق، نیز دیکھئے: الإرشاد إلی صحیح الاعتقاد، ص (۱۰۲-۱۰۳)۔

(۷) شرح کتاب التوحید، ص (۱۸۹)۔

(۸) جامع العلوم والحکم، پہلی حدیث، ص (۳۷)۔

(۹) مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ، ۱۰/ ۱۸۰، قدرے تصرف کے ساتھ۔

(۱۰) فتح الباری، ۱۱/ ۲۵۴۔

(۱۱) صحیح الترغیب والترھیب، حدیث (۱۰۵)۔

(۱۲) صحیح الجامع، حدیث (۶۰۴۲)۔

(۱۳) حلیۃ الأولیاء، ۲/ ۱۵۳۔

(۱۴) حلیۃ الأولیاء، ۱/ ۳۰۶۔

(۱۵) حلیۃ الأولیاء، ۲/ ۱۷۰۔

(۱۶) سیر أعلام النبلاء، ۷/ ۲۶۸۔

(۱۷) حلیۃ الأولیاء، ۷/ ۵۴۔

(۱۸) سیر أعلام النبلاء، ۱۲/ ۸۸۔

(۱۹) حلیۃ الأولیاء، ۸/ ۳۳۷۔

(۲۰) کتاب الزھد، از امام ابوداود السجستانی، ص (۲۷)۔

(۲۱) دیکھئے: سابقہ مثالیں احیاء علوم الدین میں، ۴/ ۴۰۰، والقول المفید، ۲/ ۱۳۷، قدرے تصرف کے ساتھ۔

(۲۲) فتح ذی الجلال والاکرام شرح بلوغ المرام، ۲/ ۲۱۴، نیز دیکھئے: شرح ریاض الصالحین، ۴/ ۸، از شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ۔

(۲۳) إحیاء علوم الدین، ۳/ ۳۲۲۔

(۲۴) الموافقات، از امام شاطبی، ۳/ ۱۴۷-۱۵۳، ومقاصد المکلفین، ص (۴۸۰)، اور مذکورہ اثر کے لئے دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ، از امام البانی رحمہ اللہ، (۳۸)۔

(۲۵) رسالہ "الاخلاص والشرک الاصغر" ص (۱۱)، منقول از درء تعارض العقل والنقل، ۶/ ۶۶۔

(۲۶) سورۃ الدھر: ۹۔

(۲۷) مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ، ۱/ ۱۸۸۔

(۲۸) مواھب الجلیل، ۲/ ۵۳۲، نیز دیکھئے: مقاصد المکلفین، ص (۳۷۸)۔

(۲۹) إعلام الموقعین، ۲/ ۱۵۸۔

(۳۰) القول السدید فی مقاصد التوحید، اس بات کا بیان کہ اخروی عمل سے دنیا طلبی شرک میں شامل ہے۔

(۳۱) سورۃ ھود: ۱۵، ۱۶۔

(۳۲) سورۃ البقرۃ: ۱۹۸۔

(۳۳) سورۃ التوبۃ: ۵۸۔

(۳۴) مجموع فتاویٰ، ۱/ ۹۸۔

(۳۵) مقاصد المکلفین، ص (۳۵۳)۔

(۳۶) شرح مسلم، حدیث (۱۹۵)۔

(۳۷) اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے، صحیح الجامع، حدیث (۵۲۹۲)۔

(۳۸) دیکھئے: صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی ﷺ۔

(۳۹) صحیح الجامع، حدیث (۹۲۲)۔

(۴۰) صحیح الجامع، حدیث (۶۵۱۰)۔

تحقیق وتجزیہ

جنگ جمل وصفین - ایک حقیقت پسندانہ جائزہ

● مختار احمد محمدی مدنی

جنگ جمل وصفین پر بہت کچھ خامہ فرسائی ہوچکی ہے' لیکن افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ اس نازک اور حساس ترین موضوع پر اکثر کے قلم بہہ گئے ہیں' بہت کم ایسے مصنفین ہیں جنہوں نے حقیقت پسندی اور عدل وانصاف کا ثبوت دیا ہے' یہ بھی محسوس کیا گیا ہے کہ ایک کی مدافعت وحمایت میں تادانستہ طور پر دوسرے کی حق تلفی ہوگئی ہے' لیکن الحمد للہ یہ خلاصہ عدل وانصاف پر مبنی کسی بھی صحابی کی حق تلفی سے پاک ومبرا ہے۔ اس میں ایک حرف ایسا نہیں ملے گا جو شان صحابیت کے منافی ہے۔ لیکن خلاصہ سے قبل صحابہ کے مابین جو مشاجرات پیش آئے ان کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا صحیح موقف کیا ہے اسے بیان کیا گیا ہے۔

(۱) سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ مشاجرات وفتن میں کسی بھی صحابی پر تنقید نہ کی جائے بلکہ اپنی زبان کو بند رکھا جائے۔ اور اگر زبان کھولنا ناگزیر ہوجائے تو ان کی تعریف وتوصیف کے علاوہ کوئی اور بات منہ سے نہ نکلے۔

(۲) ایسی تاریخی روایتیں جن سے صحابہ کا کردار مجروح ہوتا ہو وہ ناقابل اعتبار ہیں۔

(۳) تمام صحابہ علی الاطلاق عادل وثقہ ہیں جو فتن اور باہمی جنگوں میں شریک ہوئے وہ بھی' ان سب کی صداقت وعدالت پر پوری امت مسلمہ کا اجماع ہے۔

(۴) کسی بھی صحابی کی تنقیص کرنا زندقہ ہے کیونکہ قرآن اور رسول اللہ ﷺ حق ہیں اور قرآن وسنت کو ہم تک پہنچانے کا باعث صحابہ رسول ہیں اور یہ زندیق ہمارے ان گواہوں اور رواۃ کو مجروح کرنا چاہتے ہیں تاکہ قرآن وسنت خود بخود باطل ہوجائے۔

(۵) صحابہ کرام کے باہمی اختلافات دنیوی نہیں بلکہ اجتہادی ہیں' جس کے صواب اور خطا ہونے کی دونوں صورتوں میں انہیں اجر ملتا ہے۔

(۶) صحابہ کے مابین جو جنگیں ہوئیں ان کے قاتل ومقتول دونوں مستحق جنت ہیں۔ ان شاء اللہ تعالی۔

(۷) عدالت صحابہ کا دائرہ صرف روایت حدیث تک محدود نہیں ہے بلکہ زندگی کے تمام معاملات میں وہ عادل وثقہ اور صادق ہیں۔

(۸) ان ساری خوبیوں کے باوجود صحابہ کرام معصوم نہیں البتہ محفوظ ضرور تھے۔

(۹) اگر بشری تقاضے کے مطابق کسی صحابی سے کوئی سہو یا لغزش ہوگئی تو انہیں معذور سمجھا جائے کیونکہ وہ اللہ سے اور اللہ ان سے راضی ہوگیا۔ پھر چھوٹی موٹی لغزشوں کی مغفرت کے لئے بہت سارے نیک اعمال کفارہ بن جاتے ہیں' توبہ کا دروازہ تو الگ ہمیشہ کے لئے کھلا ہوا ہے۔ ساتھ ہی ان کے بحر حسنات میں

ان لغزشوں اور تسامحات کی حیثیت ایک قطرہ سے زیادہ نہیں۔

یہ کچھ زریں اصول ہیں جن کی معرفت ضروری ہے اب اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہیں' عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہما کی شہادت قیامت کی چھوٹی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' ہمراز رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حذیفہ بن الیمان فرماتے ہیں ہم عمر فاروق کے پاس بیٹھے تھے' انہوں نے کہا تم میں سے کسے فتنہ سے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان یاد ہے' میں نے کہا مجھے اسی طرح یاد ہے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا آدمی کے لئے اس کی بیوی اس کے مال' اس کی اپنی جان اس کی اولاد اور اس کے پڑوسی میں فتنہ ہے' اس فتنہ کو صوم وصلاۃ صدقہ اور امر بالمعروف والنہی عن المنکر مٹا ڈالتے ہیں' عمر فاروق نے فرمایا میری مراد یہ فتنہ نہیں ہے بلکہ وہ فتنہ ہے جو سمندر کی موجوں جیسا تلاطم خیز ہوگا' حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین آپ کا اس فتنہ سے کوئی تعلق نہیں ہے' آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے' عمر فاروق نے کہا: کیا وہ دروازہ کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا' انہوں نے فرمایا توڑا جائے گا' عمر فاروق نے فرمایا: تو پھر وہ کبھی بند نہ ہو سکے گا' راوی حدیث کہتے ہیں کیا عمر کو معلوم ہے کہ وہ دروازہ کون ہے' انہوں نے کہا ہاں بالکل اسی طرح جیسے وہ یہ جانتے ہیں کہ کل دن آنے سے پہلے رات آتی ہے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

حدیث میں دروازہ سے مراد عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شخصیت مبارکہ ہے۔ وہ دروازہ آتش پرست مجوسی کے ہاتھوں توڑا گیا' واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ صحابی رسول مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آتش پرست فارسی غلام تھا جس کا نام فیروز اور کنیت ابولؤلؤ تھی ایک دن اس نے امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ میرا مالک مجھ سے زیادہ اجرت لیتا ہے آپ نے پوچھا روزآنہ کتنی اجرت دیتے ہو؟ بتایا دو درہم روزآنہ ادا کرتا ہوں' آپ نے پوچھا کیا کام کرتے ہو کہا: لکڑی اور لوہے پر نقش ونگاری کا کام کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: اتنے اچھے کاریگر ہو روزآنہ دو درہم زیادہ تو نہیں ہے' اسے اس بات پر غصہ آیا' ایک زہر آلود خنجر تیار کیا اور اسے بغل میں دبا کر صلاۃ فجر کے وقت مسجد نبوی آیا آپ صلاۃ فجر کی امامت کروارہے تھے ابھی پہلی ہی رکعت تھی کہ اس نانہجار نے آپ پر کئی وار کیا ایک وار ناف کے نیچے کیا جس کا زخم بہت گہرا تھا آپ نڈھال ہو کر گر پڑے' خون بہت بہہ چکا تھا' آپ نے پوچھا میرا قاتل کون ہے؟ جب بتایا گیا تو آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ مجھ پر حملہ کرنے والا اسلام کا دعویدار نہیں ہے' وہ خنجر لہراتا ہوا دوسروں کو زخمی کرتا ہوا بھاگا لیکن اسے پکڑ لیا گیا' اس وقت تک وہ سات اشخاص کو شہید کر چکا تھا' جبکہ چودہ افراد زخمی ہو چکے تھے' پھر اس نے خودکشی کرلی' امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ زخموں کی تاب نہ لاکر تیسرے روز جام شہادت نوش فرما کر جنت الفردوس میں جا مقیم ہوئے' اس طرح آپ کی شہادت کے تعلق سے صادق مصدوق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشینگوئی سچ ثابت ہوئی' اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی ہو گئے۔ اپنے فرزند ارجمند عبداللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا میرے ذمہ کتنا قرض ہے؟ بتایا گیا چھیاسی ہزار درہم' آپ نے فرمایا: میرا متروکہ مال بیچ کر یہ قرض ادا کر دیا جائے' شہادت سے پہلے آپ نے خلافت کے لئے چھ لوگوں کی کمیٹی بنا دی اور اس کو اختیار دے دیا کہ ان میں سے جن کو چاہیں

اپنا خلیفہ منتخب کرلیں، اس کمیٹی میں علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم تھے، جن میں سے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اتفاق رائے سے خلیفہ منتخب کرلیا گیا آپ کی دلی خواہش اور تمنا کے مطابق عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اجازت لینے کے بعد نبی کریم ﷺ اور صدیق اکبر کے پہلو میں آپ کو دفن کیا گیا، لیکن افسوس ہے شیعوں پر کہ وہ نہ ان سے اور نہ ہی دیگر صحابہ کرام سے راضی ہیں، یہی نہیں بلکہ وہ قاتل عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بابا شجاع الدین کے لقب سے یاد کرتے ہیں، اس کے نام پر ایران میں مزار بھی موجود ہے۔ یہ انکی صحابہ دشمنی کی ایک ادنی سی جھلک ہے۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کسی خلیفہ وامیر المؤمنین کی پہلی شہادت تھی ان کی شہادت کے بعد امت مسلمہ فتنوں سے دوچار ہوگئی، جب تک وہ بقید حیات رہے امت فتنوں سے محفوظ و مامون تھی۔

عمر فاروق کی شہادت کی طرح نبی کریم ﷺ نے ان کے جانشین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی بھی پیشین گوئی کی ہے، صحیح بخاری میں ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ مدینہ کے کسی باغ کی طرف نکلے، انہوں نے ایک طویل حدیث بیان کی کہ پھر عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو میں نے کہا یہیں ٹھہرو پہلے میں نبی کریم ﷺ سے اجازت لے لوں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اجازت دے دو جنت کی بشارت بھی دے دو، لیکن ایک آزمائش کے ساتھ جو لامحالہ ان کو پہنچے گی۔ یہی وجہ ہے کہ جب سبائیوں اور شورش پسندوں نے امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا تو آپ نے نہ صرف صبر سے کام لیا بلکہ صحابہ کرام کو اس سبائی اور خارجی ٹولے کے ساتھ لڑنے سے منع کیا، تا کہ کسی مسلمان کا ناحق خون ان کی وجہ سے نہ بہے، ان شرپسندوں باغیوں اور سازش رچنے والوں نے پچاس دنوں تک گھر کا محاصرہ کرنے کے بعد انہیں قتل کردیا، اس وقت آپ اس آیت کی تلاوت کررہے تھے ((فسیکفیکھم اللہ)) آپ کی شہادت ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ ہجری میں واقع ہوئی، یوں نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی سچ ثابت ہوئی۔

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قتل کسی عام آدمی کا قتل نہیں بلکہ ایک وسیع وعریض اسلامی سلطنت کے سربراہ، امیر وخلیفہ کا دن دھاڑے سفاکانہ، ومظلومانہ قتل تھا اس لئے ان کی شہادت کے بعد مسلمانوں کے حالات مزید بگڑ گئے اور آپسی اختلافات جنم لینے لگے، زبردستی اور اصرار کے بعد علی رضی اللہ عنہ نے زمام خلافت سنبھالی، آپ پر سبائیوں کی طرف سے بھی دباؤ تھا اور صحابہ کرام کی طرف سے بھی، سبائیوں کو یہ خوف لاحق تھا کہ جب لوگ حج سے واپس ہوں گے اور ان کا کوئی امیر نہ ہوگا تو پھر ان کی خیریت نہیں ہوگی اور سارے لوگ قصاص میں اٹھ کھڑے ہوں گے، اور سب مل کر ان پر دھاوا بول دیں گے جس سے بچنا ان کے لئے محال ہوجائے گا، اور اگر کوئی امیر منتخب کرلیا جاتا ہے تو پھر قصاص لینا اس کی ذمہ داری ہوجائے گی، جس سے انہیں کچھ راحت ضرور مل جائے گی، اس لئے انہوں نے زبردستی اور تلوار کی نوک پر علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لئے تیار کیا، اور رہا صحابہ کرام کے دباؤ کی وجہ تو چونکہ عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد علی رضی اللہ عنہ ہی امت میں سب سے افضل وبرتر اور خلافت کے مستحق تھے، اور پھر خلیفہ کے انتخاب میں تاخیر امت کے لئے مزید نقصان دہ ثابت ہوتا،

اورامت بلاخلیفہ وامیر کے رہتی' نیز اگر آپ اس ذمہ داری کو قبول نہ فرماتے تو مدینہ منورہ پر سبائیوں' دہشت گردوں اور باغیوں ہی کا تسلط رہتا' ان جیسے وجوہات کی بناء پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اصرار تھا کہ علی رضی اللہ عنہ خلافت کی باگ ڈور سنبھال لیں' اس لئے چارو ناچار انہوں نے اس ذمہ داری کو قبول کرلیا' اور امیر المؤمنین ہو گئے' خلافت قبول کر لینے کے بعد امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ سے مطالبہ قصاص کی آوازیں اٹھنے لگیں۔

جنگ جمل:

عثمان غنی کی شہادت کے بعد رونما ہونے والے فتنوں میں سے ایک عظیم فتنہ جنگ جمل بھی ہے' یہ جنگ نہ چاہتے ہوئے بھی امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ اور عائشہ وطلحہ اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم کے درمیان ہوئی' یہ بات پہلے آچکی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے عثمان کی شہادت کے بعد خلافت قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا لیکن جب صحابہ کرام کی اکثریت نے دباؤ ڈالا تو اس کے سوا ان کے پاس کوئی چارہ نہ رہا کہ اس ذمہ داری کو قبول کرلیں' بیعت کرنے والوں میں طلحہ اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ بھی تھے' جب شہادت عثمان سے متعلق ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان دونوں کی بات ہوئی تو یہ سب مل کر علی رضی اللہ عنہ سے مطالبہ قصاص کے متعلق گفتگو کرنے کی غرض سے بصرہ کی طرف روانہ ہو گئے' ان کا مطالبہ تھا کہ قاتلین عثمان کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے' ان پر جلد از جلد قصاص نافذ کیا جائے ورنہ انہیں ہمارے حوالہ کر دیں' بصرہ پہنچنے کے بعد امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم بھی ان سے قصاص لینا چاہتے ہیں لیکن ابھی حالات پرسکون نہیں ہیں' حالات سدھر جانے کے بعد جن پر قتل ثابت ہو جائے گا انہیں قصاص میں قتل کر دیا جائیگا' بہر کیف دونوں جماعتوں کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو کیفر کردار تک پہنچا دیا جائے گا۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سب صلح پر تیار ہو گئے اور رات کو بڑے چین واطمینان سے سوئے لیکن وہ لوگ جنہوں نے عثمان غنی کے خلاف ہنگامہ آرائی وبغاوت کی تھی انہوں نے اس سے زیادہ بدترین رات کبھی نہیں گذاری تھی'' (البدایہ والنہایۃ۷/۲۳۹)

سبائی کسی بھی قیمت پر کسی سے صلح نہیں ہونے دینا چاہتے تھے کیونکہ اس میں ان کا سراسر نقصان تھا انہیں یہ معلوم تھا کہ صلح کی صورت میں ان کی خیر نہیں ہوگی' انہیں کیفر کردار تک پہنچا دیا جائے گا' لہذا جب ان سبائیوں نے دیکھا کہ دونوں جماعتوں میں صلح ہو گئی ہے اور صبح اس کا اعلان عام کر دیا جائے گا' تو ان کے سرغناؤں نے کہا کہ ہم سب مل کر جنگ چھیڑ دیں' جب لڑائی کا شعلہ بھڑک جائے گا تو پھر دونوں جماعتیں اپنے اپنے دفاع کے لئے جنگ پر مجبور ہو جائیں گی' پھر ان سبائیوں نے ایسا ہی کیا صبح ہونے سے قبل اندھیرے ہی میں طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کے لشکر پر حملہ بول دیا' جس پر طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کی جماعت میں سازشی ذہن رکھنے والوں نے علی رضی اللہ عنہ کی جماعت پر حملہ کر دیا' سبائیوں نے ایک منظم سازش کے تحت دونوں جماعتوں میں اپنے لوگوں کو داخل کر دیا تھا' تاکہ کبھی بھی ان دونوں میں صلح نہ ہو پائے' عائشہ رضی اللہ عنہا جس اونٹ پر سوار تھیں اسکی کوچ بھی بلوائیوں نے کاٹ دی' اس جنگ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کا کردار صرف اتنا تھا کہ وہ مطالبہ قصاص کے لئے

بصرہ پہنچی تھیں، وہ جنگ کی قائد وسالار نہیں تھیں انہیں اونٹ پر صرف اس لئے بٹھایا گیا تھا تا کہ ان کی مسلمہ شخصیت کے پیش نظر دونوں جماعتیں کسی صلح پر متفق ہو جائیں۔

اونٹ کی کوچ کاٹ دینے کے بعد سبائیوں نے یہ افواہ پھیلادی کہ ام المؤمنین کو شہید کر دیا گیا جس پر ان کے حامیوں نے دفاع میں علی رضی اللہ عنہ کی جماعت پر حملہ کر دیا' اس طرح نہ چاہتے ہوئے بھی فتنہ اٹھ کھڑا ہوا' اور دونوں جماعتیں آپس میں ٹکرا گئیں، جس کی وجہ سے کئی لوگوں کی جانیں بھی گئیں، دو جلیل القدر اور ایوان رسالت سے جنت کی بشارت پانے والے صحابہ کرام حواری امت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بھی اس جنگ میں شہید ہو گئے۔علی رضی اللہ عنہ کو توقع نہیں تھی کہ معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا اور مطالبہ قصاص میں معصوم جانیں تلف ہو جائیں گی' چنانچہ اس جنگ سے اتنے متاثر ہوئے کہ بڑی حسرت سے فرمایا کرتے تھے' کاش میں بیس سال قبل ہی دنیا سے رحلت کر جاتا۔(البدایہ والنہایۃ ۷/ ۲۴۰)

عائشہ رضی اللہ عنہا اونٹ پر تھیں' انہوں نے لڑائی کی اور نہ ہی کسی کو لڑائی کا حکم دیا' دونوں فریقین کے مسلمان جنگ نہیں چاہتے تھے یہ سارا کا سارا خارجیوں اور قاتلین عثمان کا کیا دھرا تھا' جو اپنے اوپر حد نافذ کرنے سے خوفزدہ تھے' ان لوگوں نے جھوٹی جھوٹی باتیں گھڑ کر دونوں فریقین کے خلاف خوب مشہور کیں تا کہ ان دونوں میں اتفاق نہ ہو پائے' یہی نہیں بلکہ دونوں گروہ میں اپنے اپنے لوگوں کو داخل کر دیا تھا اور جب بھی دیکھتے کہ صلح ہونے والی ہے صلح ہونے نہیں دیتے' کیونکہ انہیں اس بات پر یقین تھا کہ جس دن مسلمانوں کا اتفاق ہو گیا وہ ان کی زندگی کا آخری دن ہوگا۔

اس بات کی بہت ساری دلیلیں موجود ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما جنگ کے لئے نہیں نکلے تھے' بلکہ ان کا مقصد صلح وصفائی اور قاتلین عثمان پر حد نافذ کرنا تھا ایک دلیل یہ ہے کہ جب ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا قبیلہ بنو عامر کے پاس پہنچیں تو وہاں کتے بھونکنے لگے' انہوں نے پوچھا یہ کونسا پانی ہے' لوگوں نے کہا: یہ حوآب جگہ کا پانی ہے' انہوں نے وہاں سے واپس ہونے کا ارادہ کیا' زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے بعد ہم حوآب جگہ نہیں آئیں گے' آگے چلیں تا کہ لوگ آپ کو دیکھ لیں جس کی وجہ سے (امید ہے) اللہ صلح کرا دے' انہوں نے کہا لیکن میرا خیال تو یہی ہے کہ میں یہاں سے واپس لوٹ جاؤں میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم عورتوں میں اس کا کیا حال ہو گا جب حوآب کے کتے اس پر بھونکیں گے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے منہاج السنۃ میں بیان کیا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا جنگ کے لئے نہیں بلکہ مسلمانوں میں صلح کے ارادے سے نکلی تھیں انہیں اس بات پر یقین تھا کہ ان کے جانے میں مسلمانوں کا فائدہ ہے' لیکن بعد میں انہیں معلوم ہو گیا کہ ان کا نہ جانا ہی زیادہ بہتر تھا' اور جب بھی یاد کرتیں تو بہت روتی تھیں' یہاں تک کہ چادر آنسوؤں سے تر ہو جاتی' اور یہی حال جنگ جمل میں شامل تمام مسلمانوں کا تھا۔

جنگ صفین:

ملک شام کا تب وحی معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی امارت میں تھا انہوں نے امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ پر بیعت سے پہلے قاتلین عثمان سے بدلہ لینے اور ان کو کیفر کردار تک پہنچانے کا مطالبہ کیا' یہ مطالبہ صرف ان کی طرف سے نہیں بلکہ

پورے ملک شام کی طرف سے تھا' اس کے برعکس علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ حالات جب پرسکون اور اطمینان بخش ہوجائیں گے اس کے بعد قاتلوں سے قصاص لیا جائے گا' بہر حال دونوں میں اختلاف نے شدت اختیار کرلی جس کے سبب طرفین میں جنگ صفین واقع ہوئی جس میں مسلمانوں کی بہت ساری جانیں ضائع و برباد ہوئیں۔

یہ ایک دردناک وجانگسل حادثہ تھا' ایک طرف امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کی جماعت تو ان کے مدمقابل کاتب وحی معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ تھے' علماء کے بقول اس حدیث میں اسی عظیم سانحہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے' نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے :''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک مسلمانوں کی دو جماعتیں باہم جنگ نہیں کرلیں گی' ان دونوں کے درمیان بہت بڑا مقتل ہوگا ان دونوں جماعتوں کا دعوی ایک ہی ہوگا'' (متفق علیہ)

اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ خلیفہ سوم عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سفاکانہ اور مظلومانہ شہادت کے بعد جب علی رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے تو انہوں نے شام کے گورنر کاتب وحی معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے بیعت کا مطالبہ کیا' جب معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس یہ پیغام پہنچا تو وہاں یہ خبریں پہلے ہی پہنچ چکی تھیں کہ کچھ صحابہ کرام نے بھی ان کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی ہے' اور نہ ہی امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے قاتلین عثمان سے ابھی تک بدلہ لیا ہے' خلیفہ سوم عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خون آلود قمیص کے ساتھ ساتھ ان کی زوجہ نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں بھی شام پہنچ چکی تھیں' معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ قمیص اور کٹی ہوئی انگلیاں منبر پر رکھ دیں' اس دردناک منظر نے لوگوں کو رلا دیا' لوگ عثمان غنی کی مظلومانہ شہادت کا تصور کرکے اور خون سے لت پت ان کی قمیص دیکھ کر زار وقطار روتے' انہیں وجوہات کے پیش نظر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیعت سے توقف اختیار کیا' اسی دوران انہیں یہ بھی خبر ملی کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور طلحہ وزبیر بن العوام رضی اللہ عنہما مکہ سے بصرہ کی طرف کوچ کرچکے ہیں' جہاں وہ جاکر علی رضی اللہ عنہ سے قاتلین عثمان کے خون کا مطالبہ کریں گے' ان تمام خبروں سے معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہی بات سمجھ میں آئی کہ ابھی جلد بازی بہتر نہیں ہے' اسی دوران جنگ جمل کا واقعہ پیش آگیا جس سے صورت حال مزید خراب ہوگئی' جس کی وجہ سے معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ طے کیا کہ مزید توقف اور انتظار کیا جائے ممکن ہے مستقبل میں کوئی راستہ نکل آئے' امام ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب جنگ جمل میں طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کی خبر معلوم ہوئی تو انہوں نے قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے اہل شام سے مشورہ طلب کیا' جس پر تمام اہل شام نے یک زبان ہوکر عثمان رضی اللہ عنہ کے خون ناحق کا قصاص طلب کرنے کی تائید کی (فبايعوه على ذلك أميرا غير خليفة)' انہوں نے خلیفہ ہونے کے لحاظ سے نہیں بلکہ امیر ہونے کی حیثیت سے قصاص عثمان کے لئے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کیا۔

ادھر امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ چونکہ پورا شام معاویہ رضی اللہ عنہ کے زیر اثر ہے' اور ان کے پاس ایک بڑی فوجی ونفری طاقت ہے لہذا جب تک وہ بیعت نہیں کریں گے میرے اندر قوت نہیں آئے گی' اور میں قاتلین عثمان سے بدلہ نہیں لے پاؤں گا' اس لئے ان کی اولین خواہش معاویہ رضی

اللہ عنہ کی بیعت تھی یہی وجہ ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت میں تاخیر وانتظار ان کے لئے پریشانی کا باعث تھا 'ان کا یہ بھی خیال تھا کہ اگر معاویہ رضی اللہ عنہ بیعت کر لیتے ہیں تو قاتلین عثمان سے بدلہ لینے میں زیادہ آسانی ہوجائے گی' بلاشبہ یہ ایک درست خیال تھا' دونوں کے اجتہاد میں بنیادی فرق یہ تھا کہ خلیفہ راشد علی رضی اللہ عنہ قاتلین عثمان سے خون کا بدلہ لینے سے پہلے قصاص کا مطالبہ کرنے والے حضرات سے اپنی بیعت چاہتے تھے' بیعت ہونے کے بعد پھر قاتلین عثمان کو ان کے کیفر کردار تک پہنچانا چاہتے تھے' کاتب وحی معاویہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد یہ تھا کہ بیعت سے قبل قاتلین عثمان سے قصاص لینا ضروری ہے یعنی پہلے قصاص لو پھر بیعت کریں گے' اور چچا زاد بھائی ہونے کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کو طلب کرنے کا زیادہ حقدار سمجھتے تھے ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ اگر علی رضی اللہ عنہ قاتلین عثمان سے قصاص لینے کی طاقت نہیں رکھتے تو انہیں ہمارے حوالہ کر دیں ہم خود ان سے قصاص لے لیں گے' اجتہاد کی بنا پر دونوں اجر کے مستحق ہیں' دونوں اپنے اپنے موقف میں مخلص تھے اور دونوں حق پر تھے' ان دونوں کی ہر کوشش امن وسلامتی کے لئے تھی' سب کا مقصد دین اور کلمۃ اللہ کی سربلندی تھا' البتہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کے مقابلہ میں علی رضی اللہ عنہ کا اجتہاد زیادہ درست تھا' یہ اور بات ہے کہ علی رضی اللہ عنہ بھی مجبور ولاچار تھے اور اس پوزیشن میں نہیں تھے کہ قاتلین عثمان سے بدلہ لے سکیں۔

جب امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت میں تاخیر دیکھی تو ان کو برطرف کر کے ان کی جگہ سہل بن حنیف کو نیا حاکم بنا کر روانہ کر دیا' سہل بن حنیف شام جاتے ہوئے جب وہ تبوک کے مقام پر پہنچے تو ان کو معاویہ رضی اللہ عنہ کے چند گھوڑ سوار ملے' انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ سہل بن حنیف نے جواب دیا: میں امیر ہوں' انہوں نے پوچھا کس کے امیر ہو؟ کہا صوبہ شام کا امیر ہوں' گھوڑ سواروں نے کہا: اگر عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے امیر بنا کر بھیجا ہے تو پھر اہلا وسہلا ومرحبا اور اگر کسی اور نے بھیجا ہے تو پھر یہیں سے واپس تشریف لیجائے' اور پھر وہ وہیں سے واپس چلے آئے۔

اس کے بعد دونوں فریقین کے درمیان خطوط کا تبادلہ ہوتا رہا' جس میں ہر ایک اپنے نقطہ نظر کو دلائل وبراہین کی روشنی میں واضح کرتا' لیکن افسوس کہ رسائل کا تبادلہ کسی نتیجہ پر نہیں پہنچا' اسی اثناء میں علی رضی اللہ عنہ نے یہ طے کیا کہ مدینہ کے بجائے کوفہ کو مرکز خلافت بنایا جائے' کیونکہ وہاں کی فضا ان کو اپنے لئے زیادہ سازگار معلوم ہوئی' چنانچہ ماہ رجب سنہ ۳۶ ہجری میں آپ کوفہ تشریف لائے اور صحابی رسول عبداللہ بن سلام کی یہ بات بالکل سچ ثابت ہوئی' کہ اے علی مدینہ سے باہر مت نکلو اللہ کی قسم اگر ایک دفعہ مدینہ سے باہر نکل گئے تو پھر مسلمانوں کی خلافت مدینہ میں کبھی بھی واپس نہیں آئیگی۔ (البدایۃ والنہایۃ ۷/ ۲۳۳)۔

اب امیر المؤمنین علی اور والی شام معاویہ رضی اللہ عنہما نے لشکر کی تیاری کا حکم دیا مقام صفین پر دونوں کی ملاقات ہوئی' اور کئی دنوں تک وہاں ان کا قیام رہا' دونوں فوجیں آمنے سامنے تھیں' لیکن حال یہ تھا کہ دونوں میں کوئی قلبی کدورت وعداوت نہ تھی' دونوں فریق آپس میں ہنسی خوشی کے ساتھ ملتے' یہ تو کسی کے ذہن میں بھی نہیں تھا کہ ایک دن اس دریا میں پانی کے بجائے

خون بہے گا' بہرکیف یہاں پھر دوبارہ صلح کی کوشش شروع کی گئی' اور دونوں جماعتوں کے مخلصین اور خیر خواہان اس کوشش اور تگ ودو میں مصروف تھے کہ کسی نہ کسی صورت میں دونوں جماعتوں میں مصالحت ہوجائے' وہ اس بات کو بالکل پسند نہیں کرتے تھے کہ مسلمانوں کی وہ طاقت جسے کفر وشرک اور طاغوتی قوتوں کا استیصال کرنا ہے آپس میں ٹکرا کر پاش پاش ہوجائے' اس کے برعکس سبائی ٹولہ اپنی سازشوں میں مصروف تھا' اور دونوں جماعتوں میں سبائیوں اور شرپسندوں نے اپنے ہم نوا لوگوں کو شامل کردیا تھا جو ہر حال میں مسلمانوں کو جنگ کی آگ میں جھونکنا چاہتے تھے' کیوں کہ یہی ایک ذریعہ تھا جس سے قتل عثمان کے بعد ان کی جان بچ سکتی تھی' بالآخر سبائیوں کی وجہ سے صلح کامیاب نہ ہوسکی' اور دونوں فریقین جنگ نہ چاہتے ہوئے بھی جنگ سے دوچار ہوگئے' نہ صرف دونوں فریقین بلکہ امت کا کوئی فرد جنگ نہیں چاہتا تھا' ابھی جنگ جمل کے مقتولین کا خون بھی خشک نہیں ہوا تھا کہ دوسرا خون ریز مرحلہ امت کے سامنے پیش آگیا تھا' اسی لئے اکثر صحابہ کرام نے اس آگ سے اپنے آپ کو محفوظ کرلیا تھا' بہرکیف اعداء اسلام کی سازش کے نتیجہ میں ایک مرتبہ پھر مسلمانوں کی تلواریں آپس میں لڑنے لگیں' وہ ہنگامہ پیش آگیا جس سے بچنے کے لئے یہ سب کچھ کیا جارہا تھا' دونوں طرف سے بڑی تعداد میں مسلمانوں کا قتل ہوا' بعض بڑے جلیل القدر لوگ تھے' لیکن وقت قتال کسی بھی قسم کی حدود شرعیہ کی پامالی کسی کی طرف سے نہیں کی گئی' نہ مال لوٹا گیا نہ کسی مسلمان مرد کو غلام بنایا گیا' نہ کسی عورت کو لونڈی' سبائی کے سوا جتنے بھی مسلمان دونوں طرف قتل ہوئے وہ سب کے سب جنتی ہوں گے

ان شاء اللہ تعالیٰ' جب علی رضی اللہ عنہ سے مقتولین کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا دونوں کے مقتولین جنت میں ہیں' البتہ کتنے مسلمان قتل ہوئے اس کی صحیح تعداد کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے' کتب تواریخ میں جو اعداد وشمار بتائے جاتے ہیں وہ حد درجہ مبالغہ آمیز ہیں' جنگ صفین میں جو کچھ بھی ہوا' سازشی ذہن رکھنے کے علاوہ ہر شخص کو اس پر افسوس ہوا' علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کو بہت ہی زیادہ صدمہ اور دکھ پہنچا' دوران قتال معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکروں کی طرف سے مطالبہ کیا گیا کہ قرآن ہمارا فیصلہ کرے گا' جس پر لوگوں کو مکمل طور پر یقین ہوگیا کہ اب قرآن کریم کے اصولوں پر صلح پکی ہوجائے گی' دونوں فریق ایک مقام پر جمع ہوئے' دونوں میں کیا فیصلہ ہوا دشمنان اسلام کی سازشوں سے وہ اصل تحریری فیصلہ موجود نہیں ہے' البتہ جو باتیں بیان کی جاتی ہیں کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کو دھوکہ دیا اور علی رضی اللہ عنہ کو معزول کرکے معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان کیا یہ بے سروپا کی باتیں ہیں' یہ دشمنان صحابہ کی وضع کردہ روایات ہیں' اکثر روایتیں ابومخنف لوط بن یحیٰ اور اس جیسے دیگر کذاب ومفتری راویوں کی لن ترانیاں ہیں' جن کا اصل واقعہ سے دور دور کا کوئی تعلق نہیں' دونوں حکم کا انتخاب کسی کی معزولی یا کسی کو خلیفہ بنانے کے لئے کیا ہی نہیں گیا تھا' اور نہ ہی معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت کے دعویدار تھے یہ روایت ودرایت دونوں اعتبار سے انتہائی غیر معقول بات ہے کہ ملت اسلامیہ کی قسمت کا فیصلہ دو لوگوں کو سونپ دیا گیا ہو' معاویہ رضی اللہ عنہ تو صرف قاتلین عثمان سے قصاص کے مدعی تھے' اور انہوں نے بارہا اس چیز کا برملا اعتراف

بھی کیا تھا' معاہدہ تحکیم کا مقصد صرف اور صرف دونوں جماعتوں میں مصالحت کی صورت پر غور وخوض کرنا اور امت کو بڑی خونریزی سے بچانا تھا' اس میں دھوکے سے نہ کسی کی خلافت چھینی گئی تھی اور نہ کسی کو دھوکہ سے خلیفہ بنایا گیا تھا' بلکہ جس چیز کے لئے دونوں کو حکم بنایا گیا تھا اس کے متعلق نہایت دور اندیشی' معاملہ فہمی اور کافی تدبر وتفکر سے فیصلہ کیا گیا جو اتنا معقول اور امن پسندانہ تھا کہ دونوں جماعتوں نے اسے بخوشی و برضا ورغبت قبول کرلیا' اور تاریخ کے حالات وسیاست پر معمولی نظر رکھنے والا طالب علم بھی یہ اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وہ فیصلہ اس قدر دانش مندانہ تھا کہ اس سے امت کی شیرازہ بندی ہوئی لوگوں کی منتشر خیالی اور پراگندگی دور ہوگئی' اختلافات یکلخت ختم ہو گئے' جنگوں کا سلسلہ یک قلم منقطع ہو گیا' تلواریں نیاموں میں چلی گئیں' اور پوری ملت اسلامیہ کے وسیع وعریض رقبہ میں پھر دوبارہ امن وسلامتی کے جھنڈے لہرانے لگے۔ اور لوگوں نے چین وسکون کا سانس لیا۔

علامہ محب الدین الخطیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مسئلہ تحکیم میں مکر وفریب کی کوئی بات نہیں ہوئی اور نہ ہی کسی سے غفلت اور لاپرواہی کا صدور ہوا' فریب اور غفلت اس وقت ہوتی جب عمرو بن العاص تحکیم کے بارے میں یہ فرماتے کہ وہ معاویہ کو مسلمانوں کی خلافت اور مومنوں کی امارت کی ذمہ داری سپرد کرتے ہیں انہوں نے اس طرح کا کوئی اعلان کیا ہی نہیں' اور نہ ہی معاویہ رضی اللہ عنہ نے کبھی اس کا دعوی کیا' اور نہ گذشتہ تیرہ صدیوں میں کسی نے یہ بات کہی ہے' معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت تو حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی صلح کے بعد شروع ہوئی اس روز سے انہیں امیر المومنین کہا جانے لگا لہذا نہ تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ابوموسی اشعری کو دھوکہ دیا اور نہ ہی ابوموسی اشعری ان سے دھوکہ کھائے' انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو کوئی نئی چیز نہیں دی' جس کا اظہار ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نے نہیں فرمایا تھا' اور نہ ہی اس بات کے سوا کوئی بات کہی جس پر دونوں کا اتفاق ہوا تھا''۔ (العواصم من القواصم ص ۱۷۵ تعلیق)

تحکیم کے باعث لڑائی تو بند ہوگئی البتہ علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں سے ایک جماعت نے تحکیم قرآن کی مخالفت کی' اور اس سے خروج کرتے ہوئے حروراء نامی جگہ چلے گئے' اس خروج کی بناء پر انہیں خوارج اور حروراء میں پناہ لینے کی وجہ سے حروری کہا جانے لگا' اس جماعت کا کہنا تھا کہ' اللہ کے سوا کسی کا حکم کفر ہے' اس کلمہ کے بارے میں علی رضی اللہ عنہ کا کہنا تھا کلمة حق أريد بها الباطل یعنی یہ کلمہ حق ہے لیکن اس سے مراد باطل لیا گیا ہے' اس فرقہ نے علی ومعاویہ رضی اللہ عنہ سمیت سارے لشکر کو کافر کہا جب ان کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تو ان پر علی رضی اللہ عنہ نے لشکر کشی کا حکم دیا جو بھی قتل عثمان میں ملوث تھا ان میں سے اکثر جنگ نہروان میں قتل ہو گئے تھے اور جو بچ گئے حجاج بن یوسف ثقفی کے ہاتھوں اللہ تعالی نے انہیں قتل کروادیا' قاتلین عثمان میں سے کوئی ایسا نہیں تھا جو مجنون و پاگل ہو کر نہ مرا ہو یا جس کو قتل نہ کیا گیا ہو' یہ اللہ کا فیصلہ ہے جو مظلومانہ طور پر شہید ہوتا ہے اس کا خون رائیگاں نہیں جاتا' اللہ تعالی نے ان سے انتقام لے لیا اور انہیں ان کے کیفر کردار تک پہنچادیا۔ **وللہ الحمد والمنة۔**

فقہ وفتاویٰ

فتاوی

● ترجمانی: عنایت اللہ بن حفیظ اللہ السنابلی

گانے، موسیقی سننے اور گندے سیریلوں کے مشاہدہ کا حکم

گانے، موسیقی سننا حرام ہے، اور اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں، سلف صحابۂ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ گانا اپنے سننے والے کے دل میں نفاق پیدا کرتا ہے، اور گانا سننا بیہودہ گوئی کرنا اور بیہودہ گوئی کی طرف مائل ہونا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡتَرِىۡ لَهۡوَ الۡحَدِيۡثِ لِيُضِلَّ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ ‌ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ‌ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ﴿۶﴾ ''اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو لغو اور بیہودہ باتیں خریدتے ہیں تاکہ بے علمی سے لوگوں کو اللہ کی راہ سے بے راہ کردیں، اور اسے ہنسی اور مذاق بنائیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کیلئے رُسوا کن عذاب ہے'' (لقمان:۶) حضرت عبداللہ بن مسعود اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، اس سے مراد 'گانا' ہے'' اور صحابی کی تفسیر حجت ہے، اور تفسیر قرآن کا تیسرا مرتبہ ہے، کیونکہ تفسیر قرآن کے کئی مراتب ہیں، (۱) قرآن کی تفسیر قرآن سے، (۲) قرآن کی تفسیر سنت رسول ﷺ سے، (۳) قرآن کی تفسیر اقوالِ صحابہ سے، حتیٰ کہ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ صحابی کی تفسیر مرفوع کے حکم میں ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ مرفوع کے حکم میں نہیں ہے، یہی صحت کے قریب ترین بات ہے۔ پھر گانے اور موسیقی سننا اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے ہوئے ایسا کام کرنا ہے جس سے آپ نے ڈرایا اور تنبیہ فرمائی ہے، صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو مالک یا ابو عامرؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: ليكونن أقوام من أمتي يستحلون الحر والحرير والخمر والمعازف ''میری امت میں کچھ لوگ ضرور ایسے ہونگے جو زنا، ریشم (جبکہ ریشم پہننا مردوں کیلئے حرام ہے)، شراب، اور گانے وموسیقی کے آلات کو حلال سمجھیں گے'' (بخاری) لہٰذا، میں تمام مسلمان بھائیوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ گانے اور موسیقی سننے سے بچیں، اور جن بعض اہلِ علم نے گانے وموسیقی کے آلات کے جواز کی بات کہی ہے، اُن کے دھوکے میں نہ آئیں، کیونکہ ان شیطانی آلات کے حرمت کی دلیلیں واضح اور صریح ہیں۔ اور جہاں تک گندے سیریلوں کے دیکھنے کا مسئلہ ہے جن سے عورتیں اپنے حسن اور زیب وزینت کا شو کرتی ہیں، تو وہ جب تک فتنہ اور عورتوں سے تعلق کا سبب ہیں حرام ہیں، اور سیریل سب کے سب چاہے ان

میں مرد وزن کا آپس میں ایک دوسرے کا مشاہدہ نہ بھی ہوتا ہو نقصان دہ ہی ہیں، کیونکہ ان سیریلوں کا مقصد عام طور پر اسلامی معاشرہ وسماج کے اخلاق اور چال چلن کو تباہ و برباد کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مسلمانوں کو ان برائیوں سے بچائے اور مسلمانوں کے ذمہ داروں کی اصلاح فرمائے، کیونکہ اسی میں مسلمانوں کی اصلاح کا راز مضمر ہے۔ (واللہ اعلم)

از: فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین حفظہ اللہ

برتھ کنٹرول (Birth Control) اسلام کی نظر میں
(عزل کرنا بیوی کی اجازت پر موقوف ہے)

سوال: عورت کیلئے مانع حمل گولیاں کھانا کب جائز اور کب حرام ہے؟ کیا تحدید نسل (برتھ کنٹرول) کے سلسلے میں کوئی صریح نص یا فقہی رائے ہے؟ اور کیا مسلمان کیلئے دورانِ مجامعت (مباشرت) اپنی بیوی سے "عزل" کرنا جائز ہے؟

فتویٰ: مسلمانوں کو چاہیئے کہ حسبِ استطاعت نسل بڑھائیں اور اس کی تعداد میں اضافہ کریں۔ کیونکہ یہی وہ امر ہے جس کی طرف اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی حدیث مبارک میں بایں الفاظ توجہ مبذول کرائی ہے کہ: تزوجوا الودود الولود فإني مكاثر بكم الأمم (ابوداؤد) "خوب محبت دینے والی اور خوب بچے جننے والی عورتوں سے شادی کرو، کیونکہ میں (قیامت کے روز) تمہاری کثرت سے دیگر امتوں پر فخر کروں گا" (ابوداؤد) اور اس لئے بھی کہ کثرتِ نسل کثرتِ امت کو مستلزم ہے، اور کثرتِ عدد امت کی عزت وکرامت اور شرف واعزاز کی دلیل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر کثرتِ عدد کا احسان جتلاتے ہوئے فرمایا: وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا (الاسراء:٦) "اور ہم نے تمہیں سب سے بڑی تعداد اور جتھے والا بنادیا"، اور حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ (الاعراف:٨٦) "اور اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم کم تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو زیادہ کردیا"۔

اس بات سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ امت کی کثرت اسکی عزت وکرامت اور قوت وسطوت کا سبب ہے، برخلاف سوءِ ظن رکھنے والے ان نام نہاد مسلمانوں کے جن کا خیال ہے کہ امت کی کثرت فقر وفاقہ اور بھکمری کا سبب ہے۔

امت جب بھی کثرت میں ہوگی اور اللہ تعالیٰ پر اسکا اعتماد وتوکل ہوگا، اور وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (هود:٦) کہ "زمین پر چلنے پھرنے والے جتنے جاندار ہیں سب کی روزیاں اللہ تعالیٰ پر ہیں" کے قرآنی الفاظ میں کئے گئے وعدۂ الٰہی پر ایمان ہوگا، تو اللہ تعالیٰ ان کا معاملہ آسان فرمائیگا، اور انہیں اپنے فضل سے نوازے گا۔

اس بنیاد پر سوال کا جواب واضح ہے کہ عورت کیلئے مانع حمل گولیوں کا استعمال دو شرطوں کے بغیر جائز نہیں:

پہلی شرط: یہ ہے کہ عورت کیلئے کسی مجبوری کے سبب مانع حمل گولیوں کا استعمال ناگزیر ہوجائے، مثال کے طور پر، عورت کسی ایسے مرض سے دوچار ہو جس کی وجہ سے ہر سال حمل کی مشقتیں برداشت نہ کرسکے، یا نہایت نحیف اور کمزور جسم کی ہو، یا اس قسم کے دیگر موانع ہوں جو ہر سال حمل کے نتیجہ میں عورت کیلئے ضرر

رساں ہوسکتے ہوں۔

دوسری شرط: یہ ہے کہ شوہر کی طرف سے اِس کی اجازت ہو، کیوں کہ اولاد اور اولاد کی پیدائش میں شوہر کا حق ہے۔ ساتھ ہی ان گولیوں کے استعمال سے پہلے اطمینان بخش طبی مشورہ لینا بھی ضروری کہ یہ گولیاں (ٹیبلیٹس) عورت کیلئے نقصان دہ تو نہیں ہیں، (اگر نقصان دہ ہوں تو ان کا استعمال جائز نہیں)۔

جب یہ دونوں شرطیں پائی جائیں تو عورت کیلئے مانع حمل گولیوں کے استعمال میں کوئی حرج نہیں، لیکن ہمیشہ ایسا ہرگز نہ کرے یعنی اتنی کثرت سے یا ایسی گولیاں نہ استعمال کرے جس سے ہمیشہ ہمیش کیلئے حمل منقطع ہوجائے اور صلاحیت انجاب جاتا رہے، کیونکہ ایسا کرنا نسل کُشی ہے۔

رہا سوال کا دوسرا حصہ تو اسکا جواب یہ ہے کہ امر واقع میں برتھ کنٹرول ممکن ہی نہیں ہے، کیونکہ حمل کا ہونا اور نہ ہونا تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، پھر اگر انسان کچھ متعینہ عدد تک کنٹرول کر بھی لے، تو بھی یہ محدود تعداد کبھی آفت الٰہی سے دوچار ہوکر یکایک تباہ وبرباد ہوسکتی ہے، اور ایسی صورت میں یہ شخص بے اولاد اور نسل بریدہ ہوسکتا ہے۔ اسی طرح برتھ کنٹرول کا مسئلہ شریعت اسلامیہ میں بھی ناوارد ہے۔ لیکن ضرورت کی بنیاد پر کبھی محدود انداز میں منع حمل ناگزیر ہوسکتا ہے، جیسا کہ جواب کے پہلے حصہ میں گذرا۔

رہا سوال کا تیسرا حصہ جو خاص دورانِ مباشرت بلاسبب عزل (شریعت کی اصطلاح میں دوران مباشرت انزال سے قبل عورت کی شرمگاہ سے عضوتناسل باہر نکال لینے کو ''عزل'' کہتے ہیں۔) کرنے سے متعلق ہے، تو اس سلسہ میں اہل علم کا صحیح قول یہ ہے کہ عزل کرنے میں کوئی حرج نہیں، اسلئے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: {کنا نعزل والقرآن ینزل} (متفق علیہ) ''ہم عزل کرتے تھے اور قرآن نازل ہوتا تھا'' (یعنی زمانہ رسول ﷺ میں) اسلئے اگر یہ کام حرام ہوتا تو اللہ تعالیٰ ضرور منع فرماتا۔ لیکن اہل علم کا قول ہے کہ: '' آزاد عورت سے اسکی اجازت کے بغیر عزل نہیں کیا جائیگا''، یعنی خاوند اپنی آزاد شریکہ حیات سے اسکی اجازت کے بغیر عزل نہیں کرسکتا، کیونکہ اولاد میں اسکا بھی حق ہے، نیز عورت کی اجازت کے بغیر عزل کرنے سے اسے مباشرت سے حاصل ہونے والی لذت میں نقص واقع ہوتا ہے، اسلئے کہ عورت کو جماع کی پوری لذت انزال کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے۔ اس بنیاد پر عورت سے بلا اجازت عزل کرنے میں اسکے کمال لذت مباشرت اور اسکے حقِ اولاد کی رعایت کا فقدان ہے۔ اور اسی لئے ہم نے اجازت کی شرط لگائی ہے۔

از: فتاویٰ فضیلۃ الشیخ ابن عثیمین حفظہ اللہ (۲/ ۷۶۴)

آئینۂ جماعت

جماعتی سرگرمیاں

● دفتر صوبائی جمعیت

صوبائی جمعیت کا ماہانہ اجتماع (اکتوبر):

۶/اکتوبر ۲۰۱۳ء بروز اتوار بعد صلاۃ عصر تا ۱۰ بجے شب صوبائی جمعیت کا ماہانہ اجتماع بمقام جامع مسجد اہل حدیث کا پڑیا نگر کرلا ممبئی زیر صدارت امیر جمعیت مولانا عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ منعقد ہوا، اجتماع کا آغاز جناب قاری نجم الحسن فیضی حفظہ اللہ کی تلاوت اور ان آیات کی تفسیر وتوضیح سے ہوا جس میں آپ نے تجارت کی برکت اور سود کی بے برکتی پر نصیحت آمیز گفتگو فرمائی، دوسرے مقرر عنایت اللہ سنابلی مدنی تھے جنہوں نے مختلف پہلوؤں سے آیات واحادیث کی روشنی میں عیدالاضحیٰ کے پیغام پر روشنی ڈالی۔ مغرب کے بعد دوسرے سیشن کا آغاز ہوا جس میں بالترتیب فضیلۃ الشیخ عبدالمعید مدنی (مہسلہ) نے حجاب شرعی کے موضوع پر نہایت عمدہ تقریر فرمائی، بعدہ بنگلور سے تشریف لائے مہمان شیخ عبدالحسیب مدنی نے عالم اسلام کے مسائل کے مالہ وماعلیہ پر بڑا اچھا تجزیاتی خطاب فرمایا، پھر آخری مقرر برادر ابوزید ضمیر (پونہ) نے اتباع سنت اور مسلکی تعصب کے موضوع پر جامع اور مدلل خطاب فرمایا، اخیر میں صدر محترم کے صدارتی کلمات پر اجتماع کا اختتام ہوا، الحمدللہ اجتماع کامیابی سے ہمکنار ہوا، بڑی تعداد میں خواتین وحضرات نے شرکت کی اور استفادہ کیا۔ نظامت کے فرائض جامع مسجد کے امام وخطیب مولانا عبیداللہ سلفی نے بحسن وخوبی انجام دیئے، فجزی اللہ الجمیع خیرا۔

صوبائی جمعیت کا ماہانہ اجتماع (نومبر):

۳/نومبر ۲۰۱۳ء مطابق ۲۸/ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ بروز اتوار بعد نماز عصر تا ۹/بجے شب بمقام جامع مسجد اہل حدیث گھاس بازار، غفور ڈان چوک، کلیان میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کا ماہانہ اجلاس عام بڑے ہی اہتمام کے ساتھ امیر جماعت فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ کی صدارت میں منعقد ہوا، تلاوتِ کلام پاک سے پروگرام کا آغاز کیا گیا، اجلاس کے پہلے خطیب فضیلۃ الشیخ کفایت اللہ سنابلی حفظہ اللہ نے ''حادثہ کربلا اور شریعت اسلامیہ'' کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے مستند تاریخی حوالوں سے رافضیت وناصبیت کے مابین سلف صالحین کے معتدل موقف کی وضاحت کرتے ہوئے، واقعہ کربلا سے متعلق غلو آمیز اور افراط وتفریط پر مبنی باطل آراء ونظریات کی تردید فرمائی۔ بعد ازیں فضیلۃ الشیخ سعید احمد بستوی حفظہ اللہ نے ''عورت کا اصل میدان عمل'' کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے مسلم سماج ومعاشرہ میں پھیلی ہوئی عریانیت وبے حجابی پر افسوس کا مظاہرہ کرتے عام مسلمانوں کو اس پہلو پر سنجیدگی سے غور کرنے اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے کی تاکید فرمائی، موجودہ فیشن زدہ اور فتنے کے ماحول میں ہر آدمی کے لئے ضروری ہے کہ وہ خواتین کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کو پہچانے، جس کے متعلق عنداللہ اس سے باز پرس ہوگی۔ اجلاس کا دوسرا سیشن بعد نماز مغرب شروع ہوا، جس میں بنگلور سے تشریف لائے ہوئے موقر مہمان فضیلۃ الشیخ عبدالعظیم مدنی حفظہ اللہ نے ''ظلم کا انجام'' سے متعلق تفصیلی خطاب فرمایا، دلائل اور واقعات کی روشنی میں ظلم وزیادتی کے بھیانک نتائج اور اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنے دائرہ اختیار میں ہر شخص کو ظلم وزیادتی سے بچنے کی نصیحت فرمائی۔ جامعہ رحمانیہ کاندیولی سے تشریف لانے والے ہمارے مہمان خطیب فضیلۃ الشیخ عبدالحکیم عبدالمعبود مدنی حفظہ اللہ نے ''صحابہ کرام۔ عادل اور حق کا معیار ہیں'' اس اہم موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے صحابہ کرام کی عظمت، دین اسلام میں ان کا مقام ومرتبہ، اللہ کے دین کیلئے ان کی قربانیاں اور ان کی تعدیل وثقاہت کے اہم پہلوؤں کو واضح کرتے ہوئے ''الصحابة كلهم عدول'' کو سلف کا اجماعی مسئلہ بتاتے ہوئے کہا کہ جو شخص صحابہ کرام پر تبرا کرتا ہے اور ان کی شان میں گستاخیاں اور نازیبا کلمات کہتا ہے وہ ضال ومضل ہے، پروگرام کے آخری خطیب، مشہور داعی برادر ابوزید ضمیر حفظہ اللہ نے ''عقیدہ توحید کے بغیر اعمال رائیگاں ہے''

کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے ارشاد باری تعالی: عاملة ناصبه، تصلی نارا حامية '' کی روشنی میں بتایا کہ اگر آدمی کا عقیدہ و منہج درست نہیں ہے تو تھکا دینے والے کثیر اعمال، لمبی لمبی نمازیں، روزے ،صدقات وخیرات کی اللہ کے یہاں کوئی وقعت نہیں ہے۔ آخر میں شیخ عنایت اللہ مدنی حفظہ اللہ نے لوگوں کے سوالات کے جواب بھی دیئے ،الحمدللہ! کثیر تعداد میں خواتین وحضرات شریک اجلاس ہوکر علماء کے بیانات سے مستفید ہوئے ،فضیلۃ الشیخ محمد ارشد سکراوی حفظہ اللہ نے نظامت کے فرائض انجام دیئے اور پروگرام بحسن وخوبی اختتام کو پہونچا۔ ہم شکر گذار ہیں مسجد کے ذمہ داروں کا جنہوں نے ہر طرح سے اجلاس کی کامیابی کے لئے ہمارا تعاون فرمایا، اللہ ہم سب کی کوششوں کو شرف قبولیت بخشے۔ آمین۔

صوبائی جمعیت کا ماہانہ اجتماع (دسمبر):

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کا ماہانہ اجتماع بتاریخ یکم دسمبر ۲۰۱۳ء بروز اتوار بعد نماز عصر تا ۱۰ ربجے شب جامع مسجد اہل حدیث اصلاح العلوم گاندھی نگر چار کوپ کاندیولی (ویسٹ) ممبئی منعقد ہوا اجتماع کی صدارت فضیلۃ الشیخ الطاف حسین فیضی حفظہ اللہ نے کی ۔تلاوت قرآن ،حمد ونعت کے بعد حقوق مساجد کے عنوان پر فضیلۃ الشیخ محمد عاطف سنابلی حفظہ اللہ امام وخطیب مسجد اہل حدیث خیرانی روڈ ساکی ناکہ نے دلچسپ اور پر مغز خطاب کیا۔ بعدہ صدر اجتماع نے صدارتی کلمات سے سامعین کو مستفیض فرمایا۔ مغرب کی نماز کے بعد فضیلۃ الشیخ شمیم احمد مدنی (ممبرا) نے اولاد کی تربیت میں ماں کا کردار کے عنوان پر جامع اور مدلل خطاب کیا۔ اس کے بعد مثالی خواتین کے موضوع پر فضیلۃ الشیخ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ نے انتہائی عالمانہ اور وقیعانہ خطاب فرمایا۔ بعدہ فضیلۃ الشیخ عبدالحکیم عبدالمعبود مدنی حفظہ اللہ کاندیولی نے میراث اور اس کی تقسیم کے عنوان پر مدلل اور جامع تقریر کی ۔اس کے بعد اجتماع کے آخری مقرر فضیلۃ الشیخ عبدالحسیب مدنی حفظہ اللہ بنگلور کا غیر مسلموں کے حقوق اوران کے ساتھ تعامل کے عنوان پر ایک تفصیلی اور جامع خطاب ہوا۔ اخیر میں عبدالحکیم المدنی کاندیولی نے علماء اور احباب جماعت وذمہ داران مسجد کا شکریہ ادا کیا۔ نظامت کے فرائض شیخ سعید احمد بستوی حفظہ اللہ نے بحسن وخوبی انجام دیا۔

ممبئی ومضافات کے دعوتی پروگراموں میں شعبۂ دعوت وتبلیغ صوبائی جمعیت ممبئی کا تعاون

الحمدللہ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے ماہانہ دعوتی وتربیتی پروگراموں کے علاوہ شہر ممبئی ومضافات کے دعوتی پروگراموں میں اپنا علمی ودعوتی تعاون بھی پیش کرتی ہے اور صوبائی جمعیت کے علماء، فضلاء ومبلغین ان پروگراموں میں شریک ہوکر اپنے گراں قدر خطابات وبیانات سے عوام الناس کو مستفید کرتے ہیں۔ چند پروگرام حسب ذیل ہیں:

① ۱۰ر نومبر ۲۰۱۳ء بروز اتوار، بمقام: جامع مسجد اہل حدیث ماہم ممبئی، بعد نماز عصر تا مغرب۔ خطاب بعنوان ''مقام صحابہ کرام اور مخالفین''۔

② ۱۰ر نومبر ۲۰۱۳ء بروز اتوار، بمقام: جامع مسجد اہل حدیث مومن پورہ ممبئی، بعد نماز مغرب، اجلاس زیر اہتمام آئی سی ممبئی، خطاب بعنوان ''یزیدؒ کے سلسلے میں سلف کا صحیح موقف''

③ ۲۲ر نومبر ۲۰۱۳ء بروز جمعہ، بمقام: ونی پرار، ضلع رائے گڈھ، بعد صلاۃ عصر تا مغرب، خطاب بعنوان ''منصب رسالت اور غلو وجفا کے مظاہر''۔

④ ۲۴ر نومبر ۲۰۱۳ء بروز اتوار، بمقام: مسجد اہل حدیث اینٹ بھٹی گوریگاؤں ممبئی، بعد صلاۃ مغرب تا عشاء، خطاب بعنوان '' نذرونیاز اور فاتحہ خوانی کی حقیقت''۔

⑤ یکم دسمبر ۲۰۱۳ء بروز اتوار، بمقام: سرواں، تعلقہ مہسلہ، ضلع رائے گڈھ، صبح ۱۱ تا ۱۲ ربجے، خطاب بعنوان ''توحید خالص اور اس کے تقاضے''۔

⑥ ۸ر دسمبر ۲۰۱۳ بروز اتوار، بمقام: مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ، کھیڈ، رتنا گری، بعد صلاۃ عصر تا مغرب، خطاب بعنوان ''امت پر نبی ﷺ کے حقوق اور مسلمان''۔

⑦ ۱۴ر دسمبر ۲۰۱۳ء بروز سنیچر، بمقام: ہرکول، ضلع رائے گڈھ، بعد صلاۃ عصر تا مغرب۔ خطاب بعنوان ''عظمت صحابہ کرام''۔

⑧ ۱۵ر دسمبر ۲۰۱۳ء بروز اتوار، بمقام: مسجد اہل حدیث وائر گلی، اندھیری، بعد صلاۃ مغرب تا عشاء، خطاب بعنوان ''امت مسلمہ

کے مسائل اوران کا حل''۔

مذکورہ بالا پروگراموں میں جمعیت کے داعی ومبلغ عنایت اللہ سنابلی مدنی نے شرکت کی اور طے کردہ عناوین پر اپنے خطابات پیش کئے اور کتاب وسنت اور سیرت سلف کے حوالوں سے مذکورہ عناوین کی کماحقہ وضاحت کی اورعوام الناس کو مستفید کیا۔

ضلع رتناگری کوکن کی دعوتی سرگرمیاں:

۱) ضلعی جمعیت اہل حدیث رتناگری کے زیر اہتمام مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ کا تیرہواں ماہانہ اجتماع مورخہ ۱۰؍نومبر ۲۰۱۳ء بروز اتوار مسجد اہلحدیث کھیڈ میں منعقد ہوا جس میں خطاب کے لئے فضیلۃ الشیخ مقصود الحسن فیضی حفظہ اللہ تشریف لائے تھے آپ نے ''امتحان وآزمائش'' کے عنوان پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ یہ دنیا آزمائش گاہ ہے یہاں اللہ تعالیٰ ہر کسی کو ابتلاء وآزمائش میں ڈالتا ہے۔کامیاب بندہ تو وہ ہے جو ہر حال میں صبر وشکر کو لازم پکڑے، تقریباً ایک گھنٹہ بیس منٹ خطاب کے بعد آپ نے بہترین اسلوب میں سامعین کے سوالوں کے جواب بھی دیئے۔

۲) اسی طرح ضلعی جمعیت اہل حدیث رتناگری کی سرپرستی میں مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ کا مسلسل چودھواں ماہانہ اجتماع مورخہ ۸؍دسمبر ۲۰۱۳ء بروز اتوار بعد نماز عصر مسجد اہل حدیث کھیڈ میں رکھا گیا جس میں خطاب کے لئے ممبئی سے فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ مدنی حفظہ اللہ تشریف لائے اور''آپ ﷺ کے حقوق امت پر'' کے موضوع پر نہایت ہی جامع اور مدلل خطاب فرمایا اور اپنے خطاب میں بتایا کہ آپ کا حق امت پر یہ ہے کہ آپ پر سچا ایمان رکھا جائے آپ کی باتوں کی تصدیق کی جائے آپ کی کامل طور سے اتباع کی جائے۔آپ کی کماحقہ تعظیم وتوقیر اور محبت کی جائے۔اللہ نے آپ کو جو مقام ومرتبہ عطا کیا ہے اس میں کسی قسم کی کوئی کمی وبیشی نہ کی جائے، تمام اختلافی مسائل کا فیصلہ آپ کی سنت سے کیا جائے اور آپ پر درود پڑھا جائے۔تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے خطاب کے بعد آپ نے سامعین کے سوالوں کا جواب قرآن وسنت کی روشنی میں بحسن وخوبی دیا۔

۳) ''اصلاح معاشرہ'' کے عنوان پر پہلا عظیم الشان اجلاس عام مورخہ ۱۵؍دسمبر ۲۰۱۳ء بمقام مسجد الفرقان، آمشیت کرجی، زیر سرپرستی جماعۃ المسلمین آمشیت کرجی وزیر صدارت فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ (امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی) منعقد ہوا۔جس کے روح رواں محترم غلام عبداللہ پرکار (آمشیت) ممبر مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ کھیڈ تھے۔نظامت کے فرائض حافظ طہٰ محفوظ الرحمان رحمانی (مبلغ مرکز الدعوہ) نے انجام دیئے۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا، بعدہ''اصلاح معاشرہ'' کے عنوان پر فضیلۃ الشیخ عرفان احمد نوری نے ایک نظم پیش کی۔اس کے بعد تقریر کا سلسلہ شروع ہوا۔سب سے پہلے مقرر فضیلۃ الشیخ عبدالرزاق جامعی حفظہ اللہ تھے۔آپ نے''اصلاح معاشرہ میں نوجوانوں کا کردار'' کے موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ انسانی زندگی کے تین مراحل میں سب سے اہم مرحلہ جوانی کا ہوتا ہے جس کی قدر کرنی چاہئے۔

فضیلۃ الاخ نجیب بقالی حفظہ اللہ نے''عقیدۂ آخرت کے اثرات انسانی زندگی پر'' کے موضوع پر مفصل ومدلل خطاب فرمایا اور سامعین کو خوف الٰہی اور موت کے یاد رکھنے کی تلقین فرمائی۔

اس کے بعد فضیلۃ الاخ مجیب اللہ عمر دوستے حفظہ اللہ نے چند آیات کی تشریح کوکنی زبان میں کی اور علماء کو کتمان علم سے اجتناب کرنے کی تلقین فرمائی۔

بعد طعام ونماز ظہر فضیلۃ الاخ احمد یادو (نومسلم) حفظہ اللہ نے ''توحید باری تعالیٰ'' کے موضوع پر ایک نہایت جامع خطاب فرمایا اور ساتھ ہی اپنے اسلام لانے کا مختصر واقعہ بھی بیان کیا اور بتلایا کہ جس کے اندر توحید نہیں ہے اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ریت پر عمارت تعمیر کی جائے۔

بعد نماز عصر فضیلۃ الاخ ابوزید ضمیر حفظہ اللہ نے''اتباع سنت اور ائمہ اربعہ'' کے موضوع کی وضاحت کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ ہمیں اپنے تمام مسائل میں کتاب وسنت کی پیروی کرنا چاہئے، کسی کی اندھی تقلید ہرگز نہیں کرنی چاہئے۔نیز بتلایا کہ ائمہ نے بھی کسی کی اندھی تقلید کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اخیر میں صدر اجلاس فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ نے جملہ حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور کتاب سنت کو اپنانے اور اپنے دلوں میں خوف الٰہی پیدا کرنے کی تلقین فرمائی۔فجزاہ اللہ خیرا۔

حلقۂ ادب

سبحان اللہ سبحان اللہ

مولانا عبدالواحد انورؔ یوسفی

جاری ہے لب مومن پہ سدا سبحان اللہ سبحان اللہ
تہلیل وستائش حمد و ثناء سبحان اللہ سبحان اللہ

سرسبز ہرے، پودے و تنے پر رنگ برنگے پھول کھلے
خوشبو کا سفر بردوش صبا سبحان اللہ سبحان اللہ

جاندار سہی بے جان سہی وہ نامی وجامد ہو کوئی
ہر شئی کی زباں پر ہے یہ صدا سبحان اللہ سبحان اللہ

ہے کوک زباں پر کوئل کی ہے مست پپیہا پی پی پی
چڑیوں کی چہک بلبل کی نوا سبحان اللہ سبحان اللہ

تحمید کروں تکبیر پڑھوں تہلیل کروں تسبیح پڑھوں
ہر ایک میں ہے تیری ہی ثنا سبحان اللہ سبحان اللہ

قلاش کو توزر دار کرے زر دار کو تو نادار کرے
محتاج ترے سب شاہ و گدا سبحان اللہ سبحان اللہ

وہ رات ہو دن یا شام و سحر رہتی ہے ہر اک پہ اس کی نظر
انورؔ ہے سدا در اس کا کھلا سبحان اللہ سبحان اللہ

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai

صدارت

فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی

(امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

مہمان خصوصی

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر وصی اللہ محمد عباس المدنی

(مفتی ومدرس مسجد حرام مکہ مکرمہ)

مہمان اعزازی

فضیلۃ الشیخ اصغر علی امام مہدی سلفی مدنی

(دہلی)

خطباء کانفرنس

- فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبدالقیوم بستوی مدنی (قطر)
- فضیلۃ الشیخ ظفرالحسن سلفی مدنی (شارجہ)
- فضیلۃ الشیخ رضاء اللہ عبدالکریم سلفی مدنی (دہلی)
- فضیلۃ الشیخ شعیب میمن جوناگڈھی (گجرات)
- فضیلۃ الاخ ابوزید ضمیر صاحب (پونہ)

نظامت

- شیخ سعید احمد بستوی • شیخ عبدالحکیم عبدالمعبود مدنی • شیخ انصار زبیر محمدی

مدعوین خصوصی

- شیخ خالد جمیل مکی (بھیونڈی) • شیخ جلال الدین فیضی (گوونڈی)
- شیخ عبدالمعید مدنی (رائے گڈھ) • شیخ محمد اسلم سیاد (مومن پورہ)
- شیخ محمد مصطفیٰ اجمل مدنی (ممبرا) • شیخ عبیداللہ سلفی (کرلا)
- شیخ جمیل احمد سلفی (ساکی ناکہ) • شیخ مطیع الحق سلفی (بھیونڈی)
- شیخ منظر احسن سلفی (مدن پورہ) • شیخ محمد یوسف عمری (بائیکلہ)
- شیخ مقبول احمد سلفی (کلیر منڈل) • شیخ عبیم احمد فوزی (کرلا)
- شیخ عاطف سنابلی (ساکی ناکہ) • شیخ محمد شفیق سلفی (ممبرا)
- جناب ڈاکٹر سید محمد عارف (ممبئی) • شیخ ارشد سکراوی (ممبرا)
- جناب عبدالحمید خان (بھیونڈی) • جناب قاضی محمد ابراہیم (تھانہ)
- جناب زید پٹیل (کرلا) • جناب رفیق احمد (دھاراوی)
- جناب ابوعبدالرحمن (دلاور ساکی ناکہ) • جناب مجیب بھائی (بھیونڈی)

عمائدین جماعت

- فضیلۃ الشیخ محمد امین ریاضی (ممبرا) • فضیلۃ الشیخ قاری نجم الحسن فیضی (بائیکلہ)
- فضیلۃ الشیخ الطاف حسین فیضی (کاندیولی) • فضیلۃ الشیخ حمید اللہ سلفی (ممبرا)
- فضیلۃ الشیخ عبدالواحد انور یوسفی (رتناگری) • ڈاکٹر سعید احمد فیضی (مالیگاؤں)
- جناب عثمان غنی راجہ (میمن واڑہ) • فضیلۃ الشیخ محمود احمد فیضی (بنگالی مسجد)
- فضیلۃ الشیخ عنایت اللہ مدنی (ممبرا)

صدر مجلس استقبالیہ: شیخ محمد مقیم فیضی (ممبرا) کنوینر: شیخ عبدالجلیل انصاری مکی (مومن پورہ)

صبح کی نشست ۱۰ بجے سے ۱ بجے تک مسجد اہل حدیث مومن پورہ، ممبئی

شام کی نشست ۴-۳۰ سے رات ۱۰ بجے تک جھولا میدان

خواتین کے لئے پردہ کا معقول انتظام رہے گا۔

بلاتفریق مسلک اس عظیم الشان کانفرنس میں شرکت فرمائیں۔

زیر اہتمام: اراکین صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی و اراکین جامع مسجد بائیکلہ اہل حدیث، جماعت مومن پورہ، ممبئی-۱۱

Contact No. 26520077 / 23020305 / 9821890510

Published By

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna wala Compound, Opp. Best Bus Depot. L.B.S. Marg Kurla (W) Mumbai-70

Phone : 02226520077 / Fax: 02226520066 Email:ahlehadeesmumbai@hotmail.com